1/91

قد افلح من تزکّٰی وذکر اسم ربّہٖ فصلّٰی ۝ القرآن الکریم

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا' اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ المرشد لاہور

کچھ لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ

فرا گوشہ نشین ہو جانا اسلام ہے۔ کھانا پینا چھوڑ دینا اسلام ہے۔ کاروبار نہ کرنا اسلام ہے۔ بیوی بچے اور گھر بار چھوڑ کر ملک ملک دیس دیس پھرنا، یہ اسلام ہے بڑی نیکی ہے یا سادگی کے نام پر پھٹے کپڑے پہن لینا بڑی نیکی ہے اور اسلام ہے — ان میں سے کوئی چیز بھی اسلام نہیں ہے۔ دنیا میں بھرپور زندگی گزارنے کا نام، اور بڑے مزے سے جینے کا نام اسلام ہے لیکن .....

صفحہ ۶

ماہنامہ المرشد لاہور

جلد: ۱۲ — شمارہ: ۶
جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ جنوری ۱۹۹۱ء

ماہنامہ

المرشد

لاہور

یکے از مطبوعات:۔ ادارہ نقشبندیہ اویسیہ: دارالعرفان چکوال

فہرست مضامین

☆	اداریہ	5
☆	اسلام کیا ہے؟	6
☆	معراج مصطفیٰ	9
☆	آداب حرمین	22
☆	حضرت عبدالرحمٰن جامی	29
☆	لطائف اور نفس	32
☆	تصوف کیا ہے؟	42
☆	مراقبہ موتو	46

مجلس ادارت

ایڈیٹر: تاج رحیم

☆☆☆☆☆

آرٹ ایڈیٹر: مقصود احمد

بدل اشتراک

فی پرچہ دس روپے، ششماہی ۵۵ روپے
چندہ سالانہ ۱۰۰ روپے تاحیات ۱۰۰۰ روپے

غیر ملکی

سالانہ — تاحیات

سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش ۲۰۰ روپے، ۲۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک ۵۵ سعودی ریال۔ ۲۵۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ ۱۲ سٹرلنگ پونڈ، ۷۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ و کینیڈا ۲۵ امریکن ڈالر، ۱۲۵ امریکن ڈالر

پتہ:۔ ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ ۸۴۴۹۰۹
ٹیلیفون لاہور

ناشر:۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق، پرنٹر:۔ طیب جمال، ریٹی گن روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام ربانی • ارشاد نبوی

الله نے انسان کو ایسی اشیاء عطا فرمائیں جن سے وہ اپنی مرضی اور پسند سے طرح طرح کے لباس تیار کرتا ہے ۔ جن کا بنیادی مقصد تو جسم کی ستر پوشی ہے مگر ساتھ میں موسموں کا مقابلہ بھی کرتے ہیں انسان ہر موسم اور موقع کی مناسبت سے لباس بناتا ہے اور ایسے بناتا ہے جس سے اس کے وقار اور سنجیدگی میں اضافہ ہوتا ہے ۔ لیکن ساتھ ہی تنبیہہ فرما دی کہ کہیں ابلیس تمہیں بھی بے لباس نہ کر دے

(اسرار التنزیل جلد سوم)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا بدگمانی سے بچو ، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے ۔ اور نہ چھپ کر دوسروں کی باتیں سنو ، نہ ٹوہ لگاؤ ، نہ دوسرے کے سودے محض دھوکہ دینے کے لئے بڑھا کر قیمت لگاؤ ۔ نہ آپس میں ایک دوسرے سے حسد کرو ، نہ باہم بغض رکھو ، اور نہ آپس میں بول چال بند کرو اور سب اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ

(اخرجہ البخاری فی - کتاب ۷۸ الادب - باب ۸۵)

خوشبو خوشبو

تصوف کو موجودہ دور کی اصطلاح میں انسان سازی یا تعمیر سیرت کا نام دیا جا سکتا ہے اور جہاں یہ تربیت دی جاتی ہے اسے انسان سازی کی فیکٹری یا تعمیر سیرت کی تربیت گاہ سے تعبیر کریں ان تربیت گاہوں میں اس فن کے ماہر مشائخ عظام و صوفیائے کرام آدمیوں کو انسان بناتے ہیں انہوں نے یہ طریقہ عمریں صرف کرکے ، مجاہدات کرکے اپنے مشائخ سے حاصل کیا اور ہر دور میں یہ فریضہ تزکیہ نفس ادا کرتے رہے عصر حاضر میں تو ان ماہرین فن انسان سازی کی ضرورت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے ۔ یہ ترقی کا دور ہے ۔ ہر شعبہ میں ترقی ہو رہی ہے کیا اس عہد میں انسان کو ترقی کی بجائے تنزل کی راہ اختیار کرنا چاہیے ؟ انصاف اور عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان ماہرین فن انسانی سازی کی تلاش کی جائے نہ کہ انکار کیا جائے تاکہ یہ گوہر مقصود ہاتھ آئے ۔

(حضرت اللہ یار خانؒ)

تصوف کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفاء سے جا ملے، اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے قرآن و حدیث کے مطالعے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور آثار صحابہ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

تصوف کیا نہیں،

تصوف کے لئے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں

(دلائل السلوک)

ماہنامہ **المرشد** کے :

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔ اے (عربی) ایم۔ اے (اسلامیات)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

اداریہ

وہ لوگ جو صرف کلمہ پڑھ کر ایمان لائے جن کے پاس نہ ذاتی ' نہ وہ اجتماعی وسائل تھے جو آج کے مسلمان کے پاس ہیں بلکہ ان کے پاس تو اس وقت کے مروجہ وسائل بھی نہیں تھے ۔ نہ ان کے پاس تیل کی دولت تھی ۔ نہ بنک تھے ۔ نہ ٹیکنالوجی تھی اور نہ ہی ذرائع آمدورفت تھے یہاں تک کے چند سو افراد کے پاس دس صحت مند گھوڑے بھی نہ تھے ۔ چند تیز تلواریں تھیں اور محدود چاق و چوبند جوان تھے ۔ اس کے باوجود اتنے کم افراد پر مشتمل مسلمان قوم نے اس وقت کی سپر پاورز کو نیست و نابود کر دیا آخر ان کے پاس کون سا جادو تھا جو ہمارے پاس نہیں

کسی قوم کو طاقت ور بننے کے لئے جن وسائل کی ضرورت ہوتی ہے اس کا جائزہ لیا جائے تو مسلمان قوم کے پاس نہ صرف وہ تمام وسائل موجود ہیں بلکہ وافر مقدار میں موجود ہیں پھر بھی مسلمان کمزور ہے ۔ دوسروں کا محتاج ہے ۔ اپنی حفاظت تک کا اہل نہیں لامحدود مال و دولت کے باوجود کفار کی خیرات سے اس کی زندگی برقرار ہے ۔ مسلمان سے مسلمان کا تحفظ کفر کر رہا ہے ۔ قبلہ اول واپس لینے والوں سے کعبتہ اللہ بھی یہود کے زیر تحفظ جا رہا ہے ایسا کیوں ہو رہا ہے ؟ کس مرض نے ہمیں بے حس ' کمزور و بے بس کر دیا ہے ؟ اس مرض کی تشخیص مسلمان معاشرے کا ہر فرد جانتا ہے علاج کوئی نہیں چاہتا ۔ سیاستدان سے پوچھ لیں ۔ بیوروکریٹ سے پوچھ لیں ۔ دانشور سے ' ماہر تعلیم سے ' ڈاکٹر سے ' انجینئر سے یا تاجر سے پوچھ لیں ۔ زمیندار سے ' کسان سے ' مزدور ٹرک ڈرائیور یا کوچوان سے پوچھ لیں ۔ سب کا جواب ایک ہی ہوتا ہے کہ " ہمارے دل سیاہ ہو چکے ہیں " اس دل کی تاریکی نے ہم سے کیا کچھ نہیں چھینا ۔ طاقت گئی ' عزت گئی کمزوری ملی ' خوار ہوئے ' لاؤڈ سپیکر نے بلالؓ کی جگہ لی اذان درس و تدریس نعت و درود کی گونج بلند ہو گئی لیکن عمل گیا ' دین پر اعتماد گیا ایمان گیا ۔ تاریکی اور بڑھ گئی ۔

اس حقیقت پر مسلمان قوم کا ہر فرد متفق ہے کہ تمام دنیاوی وسائل کے افراط کی موجودگی کے باوجود ہمارے قلب ایسے تاریک ہیں کہ ان میں نور ایمان کا بسیرا نہیں ہو رہا ان بے سروسامان مسلمان اور آج کے مسلمان میں جو فرق ہے وہ صرف قلب کے روشن اور تاریک ہونے کا ہے وہ مسلمان جس کا دل روشن تھا جس کا قلب ایمان سے منور تھا بے سروسامانی کے باوجود دنیا پر چھا گیا اور آج کا مسلمان جو دولت اور وسائل کے لحاظ سے امیر ترین ہے لیکن ایمان کی روشنی سے محروم ہونے کی وجہ سے ذلیل و خوار ہے ہر جگہ پٹ رہا ہے آخر یہ دل کو منور کرنے کے لئے اللہ دین کا چراغ امریکہ سے امپورٹ کرنا پڑے گا ؟ قلوب کو روشن کرنے والے ٹھیکیدار بھی تو اتنے پیدا ہو گئے ہیں کہ ان کے اپنے اپنے چراغوں کے دھوئیں کی کثافتوں نے اصلی چراغ کی روشنی کو مسلمان کی نظروں سے اوجھل کر دیا ہے وہ چراغ جو چودہ سو سال پہلے روشن ہوا تھا وہ اب بھی روشن ہے اس کی روشنی سے دلوں کے چراغ روشن ہوتے چلے آ رہے ہیں اسے دیکھنے ' پہچاننے ' روشنی اور محض چمک میں فرق کرنے کے لئے نگاہ چاہئے جو شخص بینائی کی نعمت رکھتا ہے اسے روشنی کا مینار نظر آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ۔ اسے اپنا قلب منور کرنے کے لئے کسی منطق ' دلیل یا لمبی چوڑی تقریروں کا محتاج ہونے کی ضرورت نہیں ۔ اس چراغ سے اپنے دل کا چراغ جلا کر دیکھئے تو سہی ۔

تاج رحیم

اسلام کیا ہے؟

حضرت
مولانا محمد اکرم
اعوان

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

سب سے بنیادی بات جو سب سے زیادہ توجہ کی مستحق ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دین شے کیا ہے اور اس کی ضرورت کیا ہے ۔ اسلام کے مطابق انسان محض حادثاتی طور پر وجود میں نہیں آیا جبکہ اس کا ایک خالق ہے جس نے اسے اپنی تخلیق کے شاہکار کے طور پر پیش فرمایا اور اسے اپنی اس تخلیق پر بجا طور پر فخر ہے ۔ خالق کل نے انسان میں اس قدر خوبیاں اور اوصاف سمو دیے ہیں کہ جنہیں آج تک شمار نہیں کیا جا سکا اور شاید کبھی ان کا احاطہ ممکن نہ ہو انسان کے ارد گرد یہ جو وسیع کائنات پھیلی ہوئی ہے اسلامی نظریہ کے مطابق اور اسلامی عقیدے کے مطابق اسلام کے مطابق یہ ساری وسیع کائنات محض ایک انسان کی خدمت کے لیے پھیلائی گئی ہے. اس کے وجود کی بقا کے لیے اس کے ضروریات کی تکمیل کے لیے یہ سارا کارخانہ قائم فرمایا گیا ہے ۔

لیکن انسان محض اس دنیا میں رہنے کے لئے نہیں آیا یہ سارا نظام جو ہمارے سامنے ہے جسے ہماری سائنس یا ہمارے علوم یا ہماری تحقیقات سمجھ رہی ہیں یہ سارا ایک عارضی مدت کے لیے ہے انسان زندگی کے راستے پر ہے اس کی منزل آخرت ہے آخرت حقیقی زندگی ہے یہ قیام قیامت سے شروع ہو گی اور کبھی ختم نہ ہو گی اس منزل پر کیا سارے انسان اپنے مقصد کو پا لیں گے ؟ نہیں یہاں آ کر دین کی ضرورت پیش آتی ہے اس کارگاہ حیات سے اسے راستے اس طریقے اس اسلوب سے گذرنا یہ وہاں پہنچ کر انسان کو اس کی منزل تک پہنچا دے اس کا نام اسلام ہے یہ دین ہے اور اس راستے سے بھٹک جانا اور وہاں پہنچ کر یہ سمجھ آئے کہ میں تو منزل کھو چکا ہوں یہ غیر اسلامی طرز حیات کا نتیجہ ہے ۔

اب اس منزل تک پہنچنے کے لئے ضرورت انسان کی یہ ہے کہ وہ اس دنیا کو اس کی نعمتوں کو اس کے اسباب کو حاصل بھی کرے استعمال بھی کرے لیکن اس کے حصول کا طریقہ اور اس کے استعمال کا طریقہ وہ ہو جو اسے اس راستے پر چلنے میں مدد دے یعنی دو کام ہوتے رہیں وہ روزی بھی کمائے عبادت بھی شمار ہو مزدوری کرے عبادت شمار ہو وہ کاروبار کرے تو اس کی آخرت سنورے وہ کسی سے دوستی کرے تو اس کے نتیجے میں اس کی آخرت بنے وہ کسی سے دشمنی کرے تو اس کے نتیجے میں اس کی آخرت بنے وہ سوئے یا جاگے کھائے یا وہ چھوڑ دے تو اس کا ہر فعل جو ہے اس کے دائمی اور ابدی زندگی کو بنانے میں سنوارنے میں یا اس کو اپنی منزل تک پہنچانے میں معاون ثابت ہو اور یہ کام آسان نہ تھا چونکہ اس عالم آب و گل میں انسان کا بدن براہ راست مکلف ہے ۔

انسان جسم اور روح دونوں کا آمیزہ ہے جسم مادی ہے یہ جہان مادی ہے جسم کی ضروریات مادی ہیں اس میں نعمتیں مادی بکھری پڑی ہیں ۔ روح انسانی بہت بلند و بالا منازل سے تعلق رکھتی ہے حتی کہ جہاں دار تخلیق ختم ہو جاتا ہے وہاں سے عالم امر کی ابتدا ہوتی ہے جس سے روح کا تعلق ہے اور اب وہ بدن کے راستے سے مکلف ہے

یہاں براہ راست نہیں پس منظر میں چلی جاتی ہے اور بڑی عجیب بات ہے کہ بدن جو براہ راست مکلف ہے وہ اپنے ضروریات کو دیکھتا ہے اپنی ضروریات کو سوچتا ہے ان کو پانے کے لیے مختلف حیلے بہانے تلاش کرتا ہے وہ اس بات کی پرواہ کرنا گوارا نہیں کرتا کہ اس سے نتیجہ دائمی یا ابدی اخروی کیا ہو گا یا اس کا نتیجہ روح پر کیا مرتب ہو گا۔

اب اس کے لیے انسانی ضرورت یہ تھی کہ اس کی روح بھی اس سے زیادہ مضبوط ہوتی جتنا اس کا بدن براہ راست مکلف تھا۔ اگر آگ کے قریب جانے سے بدن جلتا ہے تو گناہ کے قریب جانے سے روح بھی جلتی اگر ٹھنڈی چھاؤں میں بدن راحت پاتا ہے تو نیکی کر کے روح کو بھی تسکین ملتی اگر یہ جذبہ یہ کیفیت حاصل ہو جائے پھر تو دین پر چلنا ایک فطری عمل بن جاتا ہے انسان کے لیے امور عادیہ میں سے ہو جاتا ہے اور اگر یہ کیفیت حاصل نہ ہو تو ساری زندگی پکڑ دھکڑ کی رہتی ہے کبھی گھسیٹ گھسات کر اپنے آپ کو مسجد تک لے گئے وجود مسجد میں ہے اور دل بازار میں ہے کبھی اپنے آپ کو کھینچ تان کر لے گئے نیکی کی طرف پھر کبھی کوئی حیلہ تلاش کر لیا یہ بھی جائز ہے وہ بھی جائز ہے اس طرح سے اپنے آپ کے ساتھ دھوکا کرتے جھوٹ بولتے بیت جاتی ہے۔

رب جلیل نے اُس کا اہتمام انبیاء کو مبعوث فرما کر اپنی کتابیں بھیج کر فرما دیا اور ایمان لانا جو ہے وہ روح کو اسی قوت سے آشنا کرتا ہے کہ وہ اس دار دنیا میں اتنی طاقت ور ہو جائے کہ بدن کو اس کی ضروریات کی تکمیل کے لئے ان راستوں پر چلائے جو روح کے لئے بھی مفید ہیں اسی کو ایمان کہتے ہیں۔ اور اگر ہمارے ایمان و یقین میں یہ قوت نہ ہو اور نرا زبانی دعویٰ ہو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اور اعمال پر اس کا اثر نہ ہو تو سوائے امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے باقی ائمہ کے نزدیک وہ ایمان قابل قبول نہیں ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دعویٰ کرنا بھی تو ایک عمل ہے اسے ایمان سے خارج نہ کیا جائے لیکن یہ بڑی بہت ہی زیادہ رعایتی

نمبر دے کر اس کی گنجائش نکالی ہے انہوں نے تو اس سارے نظام کو قائم کرنے کے لیے رب جلیل نے عبادات عطا فرمائیں انسان کی دن میں پانچ دفعہ بارگاہ الوہیت میں حاضری اس کی کتاب کی تلاوت اس کے نام کا ذکر یہ ساری چیزیں کیا ہیں یہ سارے وہ ذرائع اور وہ اسباب ہیں جو انسانی روح کو وہ طاقت بخش دیں کہ وہ بدن کو لگام دے سکے اب کچھ لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ نرا گوشہ نشین ہو جانا اسلام ہے کھانا پینا چھوڑ دینا اسلام ہے کاروبار نہ کرنا اسلام ہے بیوی بچوں گھر بار کو چھوڑ کر ملک ملک دیس دیس پھرنا یہ اسلام ہے یا بڑی نیکی ہے یا پھٹے کپڑے پہن لینا بڑی نیکی اور اسلام ہے ان میں سے کوئی چیز بھی اسلام نہیں ہے اسلام ہے دار دنیا میں بھر پور زندگی گذارنے کا نام بہت مزے سے جینے کا نام لیکن وہ سارا مزا وہ سارا لطف زندگی کا وہ سارا توانائیوں کا جو وقت ہے اس میں انسان ان طریقوں پہ اپنے آپ کو پابند رکھے جو اللہ کریم نے مقرر فرما دیا کمانے کے لئے بھی خرچ کرنے کے لیے بھی کھانے کے لیے بھی چھوڑ دینے کے لیے بھی سونے جاگنے کے لیے بھی دوستی اور دشمنی کے لیے بھی سیاست ہو اخلاقیات ہوں معاشیات ہوں ہر پہلو سے زندگی میں حصہ لینا کہیں سے راہ فرار اختیار نہ کرنا اور وہ حصہ اس طرح سے لینا جس طرح سے نہ صرف جسم کی ضروریات پوری ہوں بلکہ روح کی بھی ضرورت پوری ہو نہ صرف دنیا کا کام ہو بلکہ اس کے ساتھ آخرت بھی بنے یہ دین ہے اور اسی کا نام اسلام ہے اب اس میں سے ہم جتنا چھوڑ دیتے ہیں مثلاً ایک شخص نماز چھوڑ دیتا ہے تو اس نے ایک خوبصورت حصہ اسلام کا ضائع کر دیا جبکہ کسی کا بہترین مکان ہو اور وہ نصف حصہ چھت کا یا دیواروں کا گرا دے تو مکان تو مکان نہ رہا کھنڈر نظر آئے گا وہ جو فائدہ اس سے حاصل ہوتا ہے وہ بھی وہ ہو گا جو کسی کھنڈر سے ہوتا ہے اسی طرح سے ایک شخص نے نمازیں تو باقاعدگی سے قائم کر لیں لیکن اپنی ذمہ داری جو تھی بچوں کی رزق کمانے کی وہ چھوڑ دی یا جن کی خدمت ان کے

ذے تھی ان کی خدمت چھوڑ دی یا گھر کا کام کاج چھوڑ دیا تو اس نے عبادت والا حصہ اگر بچا لیا تو دوسرا حصہ گرا دیا ہے اس کے پاس کھنڈر ہی ہے بچا اس کے پاس بھی کچھ نہیں ۔ تو اسلام کی تو تصویر صحیح نہیں ہے ۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایک انتہائی سخت اور اللہ سے انتہائی دور معاشرے سے لے کر مثالی مسلمان بنایا تھا اور وہی معیار ہے اسلام کے ایمان کے اعتبار سے اور عمل کے اعتبار سے بھی قرآن

حکیم کے مطابق بھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق ۔ صحابہ کرام کی زندگی سادہ سے الفاظ میں آپ یوں سمجھ سکتے ہیں کہ انہوں نے دنیا کے ہر کام میں حصہ لیا ہے سیاسیات میں بھی جنگوں میں بھی کاروبار میں بھی تجارت میں بھی زراعت میں بھی ملازمت میں بھی مزدوری میں بھی دنیا کے ہر کام میں انہوں نے حصہ لیا ہے اور ہر کام میں یہ ثابت کیا ہے کہ اسلامی طرز حیات سب سے بہترین ہے سب سے اچھا ہے ۔ اور اس کے مطابق سارے کام ہو سکتے ہیں ۔

دنیا میں اگر کوئی بہت بڑا نیک انسان ہو یا بہت بڑا امام ہو یا بہت بڑا فاضل ہو یا بہت بڑا عابدو زاہد ہو بہت ہی بڑا بلند مرتبہ پالے تو یہ صحابی نہیں بن سکتا ۔ ان کا تبع ہی بن سکتا ہے کمال اسلام کسی کا یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس رنگ میں ڈھال لے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا یہ اجتماعات یا یہ کوششیں یہ ذکر اذکار یا یہ جو بیان ہوتے ہیں ۔ ان سب کی غرض و غایت یہ ہے کہ ہم اسلام کی حقیقی صورت کو سمجھیں اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنے کی پوری کوشش کریں ۔ عبادات میں یہ عجیب کیفیت ہوتی ہے کہ اللہ جل شانہ سے تعلق اور رابطہ جو ہے وہ مضبوط ہوتا ہے اور اس تعلق کی ضرورت پڑتی ہے دار دنیا میں جب ہم میدان عمل میں جاتے ہیں تو کسی ڈور کٹے ہوئے پتنگ کی طرح

آوارہ ہو کر ہواؤں کے دوش پر نہ اڑتے پھریں بلکہ ہماری ڈور کسی مضبوط ہاتھ میں ہو جدھر وہ حرکت دے ادھر جائیں تو یہ تعلق رب جلیل سے اس ڈور کی مانند مضبوط ہو جاتا ہے جو وسیع فضاؤں میں بھی پتنگ کو آوارہ نہیں ہونے دیتا اسی طرح کاروبار جہاں میں ہم جائیں تو ہم اس آوارہ پتنگ یا ڈور کٹے ہوئے پتنگ کی طرح نہ ہوں بلکہ ہمارا رشتہ اللہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استوار ہو اور دنیا کی وسیع فضاؤں میں ہم اس طرف حرکت کریں جس طرف ان کی پسند ہے یہ تو ہے اسلام ۔

اور کسی پتنگ کے ساتھ مضبوط ڈور ہو لیکن وہ فضا میں اڑے ہی نہیں یا فضا میں اڑے تو اس کی ڈور کٹ جائے تو یہ ناکامی ہے تو اس لیے اسلام کو اس طرح نہ سمجھا جائے کہ نرا گوشہ نشینی اسلام ہے یا محض صرف تسبیحات کا پڑھنا اسلام ہے یا صرف تبلیغ کرنا اسلام ہے یا صرف ذکر اذکار کرنا اسلام ہے ہیں اسلام نام ہے عبادت کے وقت عبادت میں حاضر ہونے کا کام کے وقت دوسرے سے زیادہ جم کر کام کرنے کا اور ساری محنت کرنے کے بعد اپنا بھروسہ اللہ پر رکھنے کا یعنی توقعات اس کی ذات سے وابستہ کرنے کا تو اسلام ایک بھرپور زندگی کا نام ہے جو ہر پہلو پر محیط ہو اور اس کے ہر پہلو سے عظمت باری کا پتہ ملتا ہو ۔

اللہ کریم ہمیں اس کو سمجھنے کی اور اس پر عمل کی توفیق ارزاں فرمائے ہماری ان عاجزانہ کوششوں کو شرف قبولیت سے نوازے ۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

دعائے مغفرت

ماسٹر محمد سلیم صاحب نظام پور چک ۳۸ شاہ کوٹ کے والد صاحب ۲۹ نومبر کو وفات پا گئے ہیں تمام ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے ۔

آداب دعا

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

اسلام نے مسلمانوں کو ایک بہت بڑی طاقت دی ہے اور وہ ہے دعا استغاثہ ہمارے ہاں بد قسمتی سے دو طبقے وجود میں آ گئے ہیں ایک وہ جو سرے سے دعا کے قائل ہی نہیں اگر ہم مانتے ہیں تو شرما شری دیکھا دیکھی انکار نہیں کرتے لیکن اپنی عملی زندگی میں ہم اس کے قائل نظر نہیں آتے چونکہ اس طرح ہم دنیوی اسباب کے پیچھے اس شدت سے بھاگتے ہیں حتیٰ کہ میرا اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ لوگ سفارش کے لئے آتے ہیں اگر کسی سے یہ کہہ دیا جائے کہ اس افسر سے واقفیت تو نہیں ہے آپ کے لئے اللہ کریم سے دعا کرتے ہیں تو وہ خفا ہو جاتا ہے کہ آپ میری مدد نہیں کرنا چاہتے یعنی عوام میں ایک طبقہ ایسا ہے جس کے نزدیک دعا کی کوئی حیثیت نہیں ہے ایک فارمیلٹی یا ایک طریقہ کار بطور توارث ہے اگر کبھی کر لیا کر لیا ورنہ اس کی ضرورت نہیں مجھے ایسے حضرات سے بھی اتفاق نہیں جو بات بات پر دعا کے لئے کہتے ہیں میں سمجھتا ہوں انہیں دعا کی اہمیت کا ادراک نہیں یعنی دعا کوئی مذاق بھی نہیں ہے کہ آپ وقت بے وقت چاہیں نہ چاہیں کسی حال میں بھی ہوں دعا ہی کرتے رہیں یہ بھی بہت مشکل کام ہے اگر کوئی سمجھتا ہو دعا واقعی اللہ کریم سے درخواست کرنے کا نام ہے تو اس کے لئے مواقع اور آداب کی ضرورت ہوتی ہے ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو دعا کے قائل اس حد تک ہیں کہ پھر ان کے لئے کوئی اور کام کرنے کی ضرورت ہی نہیں یعنی بالکل ہی جگی ڈال کر بیٹھ رہنا اور محض دعا پر جم جانا یہ بھی غلط بات ہے

یہی بات یہاں ارشاد فرمائی آپ دیکھئے سب سے مستجاب الدعوات ہستی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ لوگ ہیں جنہیں آپ اہل بدر کے نام سے یاد کرتے ہیں انہوں نے مدینہ منورہ میں تو دعا نہیں کی کہ ان کافروں کو شکست دے دے مدینہ منورہ سے جو کم و بیش اسباب و ذرائع تھے تھوڑی سواریاں تھیں تھوڑا اسلحہ تھا تھوڑا راشن تھا تھوڑے ساتھی تھے کمزور تھے طاقتور تھے انہیں ساتھ لیا ڈیڑھ سو کلو میٹر دور میدان بدر تک رمضان المبارک میں پیدل اور ان ٹوٹی پھوٹی سواریوں پر اور ان تمام مصائب کو برداشت کرتے ہوئے بدر میں اپنا خیمہ لگا کر وہاں کفار کے مقابلے میں صف آرا ہوئے

ایک طرف ایک ہزار کا مسلح کیل کانٹے سے لیس اور خوب تیاری پکڑے ہوئے چنے ہوئے خوبصورت جواں مرد صف آراء ہیں دوسری طرف تین سو تیرہ جن میں کچھ بوڑھے ہیں کچھ بچے ہیں لیکن اس حال میں بھی وہاں صف آراء ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست دعا اٹھائی

دعا کا سلیقہ یہ ہے کہ تعمیل ارشاد کے لئے اپنی کوشش پوری کی جائے اور اپنی کوشش پوری کرنے کے بعد یہ عرض کیا جائے کہ بار الٰہا مجھے پتہ ہے میں عاجز ہوں مجھ سے یا میری کوششوں سے نہیں ہو گا کرنا آپ ہی کو ہے یہ جو میں نے اسباب اختیار کئے ہیں یہ بھی آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے آپ کی اطاعت کے لئے کئے ہیں آپ کا کام ہے کہ آپ میرا مقصد حل فرما دیں

فرمایا اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ یاد کرو بدر میں جب تم اپنے رب کو پکار رہے تھے اللہ کریم کے اسی ارشاد سے ایک معنی یہ بھی نکلتا ہے کہ دعا کا طیقہ یہ ہے اہل بدر کو دیکھو ہم کہتے ہیں اللہ ہماری دعائیں سنتا نہیں ہے ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں میرے خیال میں ہم دعا کو اس کے آداب کے ساتھ کرتے بھی کم ہیں یعنی محض چلتے ہوئے گپ ہانک دینا دعا نہیں ہوتی دعا یہ ہوتی ہے کہ آپ اس کے لئے جو وسائل آپ کے اختیار میں ہیں جو اسباب آپ کے اختیار میں ہیں وہ اختیار کریں اور پھر نہایت خلوص کے ساتھ اپنا عجز اپنی بے کسی اللہ کے حضور پیش کردیں کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہوسکے گا آپ ہی کر دیں یہ فرمایا جب تو نے اپنے رب کو دعا کے ذریعے پکارا استغاثہ کیا۔

فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اس نے تمہاری دعا قبول کر لی یعنی بات تو ہے دعا کرنے کی اب یہ کوئی کہے کہ وہاں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اہل بدر تھے ان کی دعا قبول ہو گئی ہر ایک کی دعا تو قبول نہ ہو گی اللہ فرماتے ہیں میں ہر ایک کی دعا قبول کرتا ہوں۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اگر میرے بندے میرے بارے آپ سے جاننا چاہیں انہیں کہہ دو کہ سب سے قریب تر تمہارے میں ہوں فانی قریب اور اس قرب کا کیسے پتہ چلے گا بندوں کو کہ واقعی ہمارا رب ہمارے پاس ہمارے قریب تر ہے فرمایا اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کر لیتا ہوں کب؟ اذا دعان جب وہ مجھ سے واقعی دعا کرتا ہے واقعی دعا کا مطلب یہ ہو گا کہ دعا کے آداب اور اس کے ضوابط کے ساتھ جب وہ دعا کرتا ہے مذاق کرنا تو کوئی دعا نہیں ہے اسے دعا نہیں کہتے کہ ہم وزن یا ہم قافیہ الفاظ جوڑ لیتے ہیں لوگوں کو سنانے کے لئے اونچے اونچے پڑھتے رہتے ہیں مزے لے لے کر آمین آمین کہتے رہتے ہیں یہ تو ایک دوسرے کے ساتھ باتیں ہیں کوئی شعروں میں کر رہا ہے کوئی نظم میں کر رہا ہے یہ تو اگر میں کر رہا ہوں تو میں آپ سے داد وصول کروں آپ مجھے خوش کر رہے ہیں

دعا کا یہ طریقہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا کہ دیکھیں سب سے بڑی ہستی ساری تخلیق میں بے مثل اور بے مثال اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے پورے وسائل اسباب جمع فرمائے سفر فرمایا تکلیف فرمائی بدر کی وادی میں کفار کے روبرو صف آرا کر کے احباب کو ہاتھ اٹھا دیئے کہ بارالہا کیسی عجیب دعا کی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " میں سارے کا سارا اسلام بدر میں لے آیا ہوں اگر یہ لوگ یہاں مارے گئے یہاں کھیت رہے فلن تعبد ابدا اے اللہ قیامت تک کوئی پیشانی تیرے نام پر جھکنے والی نہیں ہو گی کوئی بتانے والا نہیں نہ کوئی نیا نبی آئے گا نہ کوئی بات چلے گی تو نے تو نبوت ختم کر دی

اللہ کریم فرماتے ہیں فاستجاب لکم دیکھو تو نے دعا کی میں نے قبول کر لی تو قبولیت کی شرط آداب دعا پر ہے اللہ کریم محتاج نہیں ہے کہ کسی سے اجازت لے کر دعا قبول کریں یا جو کچھ عطا کرتا ہے کسی کے تعاون یا کسی کے مشورے کی ضرورت ہے کسی سے مانگ کر نہیں دیتا ہے انہیں کسی سے صلاح نہیں کرنی ہے فرمایا اگر دعا قبول نہ ہو تو سمجھو تم نے دعا نہیں کی دیکھو تم نے دعا کی۔ اذ تستغیثون ربکم جب تم نے اپنے پروردگار کو پکارا فاستجاب لکم اس نے تمہاری دعا قبول کر لی۔ اور فرمایا اِنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ اگر مشرکین مکہ کا ایک ہزار جوان فارمیشن میں آ رہا ہے یعنی ایک خاص ترتیب میں آ رہا ہے جنگی ترتیب کے لحاظ سے تو میں ایک ہزار فرشتے اسی فارمیشن یا اسی جنگی ترتیب میں بھیج دیتا ہوں بات ختم یعنی فرشتہ تو ایک بھی کافی ہے

کہ جب لوط علیہ السلام کی قوم غرق ہوئی تو ان کے مرکزی شہر کے بارے فرماتے ہیں اس کا نام سدوم تھا تو اس میں ڈھائی لاکھ جوان ایسے تھے جو جنگ کے قابل تھے جہاں اڑھائی لاکھ جنگ کی اہلیت رکھتے ہوں وہاں بوڑھے

بچے عورتیں اور نااہل جو جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے ان کو دیکھیں تو کم از کم پندرہ بیس لاکھ کی آبادی بنتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈھائی لاکھ جوان تو شاید ہمیں کراچی سے بھی نہ ملیں ایک ہی فرشتے نے وہ چار یا پانچ شہر پر دے کر ایسے اٹھائے کہ تحت الثریٰ تک زمین کا پورا طبقہ اکھیڑ لیا اور حدیث شریف میں ہے کہ آسمان کے اتنے قریب لے گئے جہاں سے مرغ کی اذان کی آواز آتی ہے آسمان کے اتنے قریب لے جا کر وہاں سے الٹ دیا نیچے والی جو طرف تھی اوپر کر دی اوپر والی نیچے کر دی اور آج تک اس جگہ بحیرہ مردار ہے اور آج تک اس جگہ اتنا غلیظ پانی ہے کہ اس میں کوئی جراثیم کوئی جرم زندہ نہیں رہتا اس میں نہ کوئی مینڈک ہے نہ کوئی مچھلی حیات کا تصور نہیں ہے اس پانی میں ابھی تک اس لئے اس DEAD SEA یا بحیرہ مردار کہتے ہیں اگر ایک فرشتہ اتنا کچھ کر سکتا ہے

فرمایا تمہارے ذہن میں ہے کہ اللہ یہ تو ایک ہزار ہیں تو چلو ہم بھی ہزار بھیج دیتے ہیں یہاں کیا دیر لگتی ہے بھئی ہزار کا مقابلہ ہزار سے سہی اور اگر وہ اس جنگی ترتیب کے مطابق ہیں یا انہوں نے اپنی ایک فارمیشن بنا لی ہے قلب ہے میمنہ ہے میسرہ ہے یہ ہے وہ ہے تو ہم بھی ویسا ہی لشکر سجا سجایا اسی ترتیب کے ساتھ مردفین۔ ردیف یکے بعد دیگرے یعنی ایک ترتیب کے ساتھ بھیج دیتے ہیں

اور یہ فرشتوں کا آنا جو ہے یہ دو باتوں کی دلیل ہے ایک وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی یہ تمہارے لئے اللہ کی رضامندی اور ظاہری طور پر دنیوی فتح کی بشارت کا سبب ہے یعنی فرشتوں کا آنا ہی خوشخبری ہے اور دوسرا یہ ہے وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ کہ اس سے تمہارے دلوں کو اطمینان نصیب ہو یہ عجیب بات ہے کہ قلوب کے اطمینان کا تعلق نزول ملائکہ اور ایسی نسبت اور ایسے حال سے ہے جس میں ملائکہ کو فرحت نصیب ہو اور وہ اس کے قریب تر ہوں اور دل کی پریشانی کا بنیادی سبب شیطان کے ساتھ اس کی نسبت اور شیطان کے ساتھ اس کا تعلق ہے اس لئے جب قرآن نے ارشاد فرمایا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اللہ کے ذکر سے انسانی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ کریم نے ایک قسم فرشتوں کی ایسی پیدا کر دی جنہیں اور کوئی کام نہیں ہے جن کی ذمہ داری ہی یہ ہے کہ جہاں کوئی ذکر کرے وہاں حاضر ہو جائیں اور کوئی کام نہیں ان کا یہی ان کی حیات ہے یہی ان کا آرام ہے یہی ان کی غذا ہے یہی ان کا مال و منال ہے اور یہی ان کی عبادت ہے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کچھ لوگ ذکر کرنے لگتے ہیں تو وہ فرشتہ جو بھی جسے پہلے خبر پہنچتی ہے وہ دوسروں کو بلاتا ہوا اس طرف بھاگتا ہے کہ آؤ بھئی میں نے اپنی مراد پا لی تم بھی پہنچو تو وہ جمع ہونا شروع ہو جاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پیچھے والا اگلے سے ذرہ سر نکال کر کھڑا ہوتا ہے کہ میں ان لوگوں کو دیکھوں بھی سہی اسی سے پچھلا اس سے اوپر اوپر حتیٰ کہ ان کے سروں کی دیوار آسمانوں سے جا چھوتی ہے جب وہ ذکر ختم کرتے ہیں دعا کرتے ہیں تو بڑے خوش واپس اٹھتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ بارالٰہا آج ہم نے بڑی موج کی آج بڑا لطف پایا آج خوب جی بھر کر تیرا ذکر سننا نصیب ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں رب جلیل انہیں فرماتے ہیں کہ یہ جو لوگ جو بندے میرا ذکر کر رہے تھے انہوں نے مجھے میری نعمتوں کو میری جنت کو دیکھا ہے نہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں اور اگر دیکھ پائیں تو عرض کریں گے پھر تو دیوانے ہی ہو جائیں فرمایا کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے وہاں گئے ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بارالٰہا آپ نے تو سب بخش دئے لیکن فلاں فلاں فلاں جو لوگ تھے وہ ذکر کے لئے وہاں نہیں بیٹھے تھے وہ کسی کام سے وہاں آئے تھے جو ذکر کر رہے تھے ان سے انہیں کوئی کام تھا اسی غرض سے انہیں وہاں رکنا پڑ گیا تو وہاں بیٹھ گئے وہ ذکر کے لئے نہیں بیٹھے اللہ فرماتے ہیں جب میں نے قید نہیں لگائی میں نے کہہ دیا جو وہاں تھا میں نے

بخش دیا تو تم کیوں لگاتے ہو کسی بھی غرض سے بیٹھے تھے بیٹھے تو میرے ذکر میں تھے میں نے بخش دیئے ———

میں ایک دفعہ التعرف فی مقامات تصوف دیکھ رہا تھا تو اس میں انہوں نے اہل اللہ کے عجیب عجیب حالات نقل فرمائے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون کا انتقال ہو گیا اور کوئی شخص کفن چرایا کرتا تھا تو جیسا اب رواج ہے ہر دور میں انسانوں کا مزاج تو رہا ہے کہ کبھی کسی غریب کا کفن جو ہے وہ سستا کسی ٹکڑے آدمی کا قیمتی ہوتا ہے تو خواتین کو بھی اسی زمانے میں رواج تھا کہ سلکی اور ریشمی اس طرح کے کفن وہ پہنا دیتے تھے تو وہ بڑے اہتمام سے پہلی صف میں جنازہ پڑھا کرتا تھا کہ دیکھیں کسی قابل ہے تو قبر کھودیں کھدر میں لپیٹ کر پھینک رہے ہیں یا گڑھے میں میں خواہ مخواہ ساری رات مٹی ہی نہ ہٹاتا رہوں تو وہ چونکہ ایک بہت عقیدت مندوں کا حلقہ رکھتی تھیں تو ان کا کفن بھی لوگوں نے عقیدت سے قیمتی بنایا اس نے کہا کہ خیر ہے گذارا کرے گا تو رات کو رہ گیا تو اس نے ایک طرف سے سوراخ کیا قبر تک کھودا اور جوں ہی اندر داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ اندر تو ایک وسیع باغ نظر آتا ہے اللہ نے برزخ کو منکشف کر دیا اس شخص پر وہ قادر ہے نا جب وہ اسباب پیدا کرنا چاہتا ہے اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا باغ ہے اور اس کے درمیان میں ایک جگہ بنی ہوئی ہے ایک بہت عالیشان جگہ سائبان وغیرہ اور کوئی خاتون اس میں بیٹھی ہے پیچھے بہت اچھے مکانات عالیشان محلات قسم کے ہیں اور ایسے پتہ چلتا ہے کہ کوئی شاہی اقامت گاہ ہو اور اس کے صحن میں بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ بنائی ہے وہاں ایک خاتون بیٹھی ہے

اب وہ بھی عام آدمی تو نہیں تھا روز قبریں کھولنے والا کفن چور تھا وہ ڈرنے والا تو کم ہی تھا وہ بھی آگے بڑھتا گیا تو جب قریب گیا تو اس نے دیکھا کہ یہ تو وہی خاتون ہے جس کا جنازہ تھا تو اس نے جب اس کی طرف دیکھا تو مسکرائی اور فرمایا عجیب بات ہے اللہ نے تو مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جتنے لوگوں نے تیرا جنازہ پڑھا ہے میں نے سب کو بخش دیا دیکھیں جنازہ پڑھا جاتا ہے میت کو بخشوانے کے لئے اور وہ فرما رہی ہیں کہ میں جب اللہ کے حضور حاضر ہوئی تو میرے رب نے مجھے یہ فرمایا کہ جتنے بندے تیرے جنازے میں تھے میں نے وہ بھی بخش دیئے اور تجھے میں نے خود دیکھا تو میرے جنازے میں تھا اب تو کفن چراتا پھرتا ہے کیسی بخشش ہے یہ میری سمجھ میں نہیں آتی بات

تو اس نے وہی بات کی جو وہ فرشتے عرض کرتے ہیں نا وہاں یہی لکھتے ہیں کہ اس نے یہی کہا کہ بی بی جو جنازہ پڑھنے گئے تھے رب نے انہیں بخشا ہوگا میں تو جنازے میں بھی کفن دیکھنے کی اور چوری کرنے کی نیت سے کھڑا تھا جنازہ پڑھنے کے لئے نہیں انہوں نے فرمایا اللہ نے یہ قید نہیں لگائی کون کس نیت سے کھڑا ہے اسے بخش دوں گا مجھے تو سادہ سا جملہ میرے رب نے فرمایا تھا کہ جتنے لوگ تیرے جنازے میں تھے میں نے بخش دیئے اور تو ان میں تھا اس میں کوئی نیت کی ارادے کی کوئی قید نہیں تھی

اور یہی واقعہ اس کی توبہ اور قرب الٰہی کا سبب بن گیا وہاں سے ہٹا تو تائب ہو کر اہل اللہ کی مجالس میں چلا گیا اور اولیاء اللہ کی معروف ہستیوں میں ان کا نام آتا ہے اور بیشتر شجروں میں ان کا نام نامی آتا ہے

تو یہ برزخ کا منکشف ہو جانا ان خاتون سے ہم کلام ہونا برزخ کی کیفیات کو دیکھ لینا میرے خیال میں یہ اسی انعام کے اسباب اللہ بنا رہا تھا تو جب بخش ہی دیا ہے تو اس کے ہدایت کے اسباب بنا رہے تھے تو اللہ کریم کرتو سب کچھ خود سکتے ہیں لیکن یہ دنیا عالم اسباب ہے جب قلوب کو اطمینان نصیب ہوتا ہے یا اطمینان بخشنا چاہتے ہیں تو ان میں وہ نسبت پیدا کرتے ہیں کہ ان سے فرشتوں کو انس ہو جاتا ہے اور ملائکہ جو ہیں ان کا نزول ہوتا ہے ان پر

فرمایا دو کام ہوئے فرشتوں کے نزول سے ایک تو تمہیں خوشخبری نصیب ہوگئی فتح کی بشارت ہو گئی اور دوسرا ولتطمئن بہ قلوبکم تاکہ تمہارے دلوں کو فرشتوں کے قرب سے ملاء الاعلیٰ کے قرب سے اطمینان نصیب ہو

اور اسی لئے ذکر الٰہی بھی باعث اطمینان قلب ہے کہ اس پر بھی ملائیکہ کا نزول مشروط ہے ملزوم ہے جیسے ذکر شروع کرو ویسے فرشتے آنا شروع ہو جاتے ہیں بلکہ بعض حضرات نے نشانیاں لکھی ہیں کہ پتہ چل جاتا ہے جسم بھاری ہو جاتا ہے بوجھل ہو جاتا ہے آبابیاں آنے لگتی ہیں بلا وجہ آنکھوں سے پانی آنے لگتا ہے اس طرح علماء نے صوفیوں نے اس طرح کی نشانیاں لکھی ہیں ان کی فی الوقت ضرورت نہیں ہے

لیکن یہ بات قطعی ہے میں آج ہی دیکھ رہا تھا " آداب النفس " تو اس میں فرماتے ہیں کہ اصل بات یہ ہے کہ ہر انسان خوش ہوتا ہے اور پوری انسانیت دو طبقوں میں تقسیم ہے ایک خوشی ہوتی ہے جس پر نفس خوش ہوتا ہے وہ خوشی بھی انہی باتوں پر ہوتی ہے مثلاً مال پر اولاد پر گھر پر دولت پر فتح پر اقتدار پر یہ خوشی ہوتی ہے لیکن اگر اسی پر نفس کو خوشی نصیب ہو تو اس کا رابطہ شیطان سے ہوتا ہے وہ مال برائی پہ خرچ کرتا ہے اولاد سے ناجائز توقعات رکھتا ہے اقتدار اگر ہو تو ظلم کرتا ہے یعنی وہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے

دوسری فرحت قلب کی ہے اولاد پر مال پر اقتدار پر اگر قلب میں فرحت آتی ہے نفس خوش نہیں ہوتا ہے تو قلب کا تعلق جو ہے وہ اللہ سے ملاء الاعلیٰ سے اور ملائیکہ سے ہوتا ہے تو پھر اولاد پہ خوشی یہ ہو گی کہ جو کام میں اللہ کے دین کا کر رہا ہوں اللہ نے مجھے بچے دیے ہیں انشاء اللہ یہ بھی اس کی خدمت کریں گے یا جہاد میں میرے بیٹے کام آئیں گے یا برائی کا مداوا کرنے کے پھر وہ خوشی کی صورت بدل جاتی ہے پہلی صورت ہو نفس کی خوشی ہو تو سوچ یہ ہوتی ہے کہ پانچ بچے ہیں یہ اتنا پیسہ کما لائیں گے کسی نے میرے ساتھ بات کی یہ اس کی گردن توڑ دیں گے یا گاؤں میں رعب ہو گا یہ ہوتی ہے نفس کی خوشی اور وہ فرماتے ہیں اگر دل خوش ہو تو دل کی خوشی یہ ہوتی ہے کہ پہلے میں ایک سجدہ کرتا تھا اب ہم گھر کے چھ سجدے کرنے والے ہو گئے ہیں میں اکیلا دعا کرتا تھا اب ہم چھ کیا کریں گے میں اکیلا تبلیغ کرتا تھا اب ہم چھ ہو گئے ہیں بحمد اللہ یہ بچے بھی کام آئیں گے یا مال ہو تو کہتا ہے الحمد للہ اللہ کے دین کی اشاعت میں کام آتا ہے اقتدار ہو تو کہتا ہے اب میں برائی کو روکنے کی پوزیشن میں ہوں تو اگر یہ سوچ ہو تو اس کا مطلب ہے دل خوش ہوتا ہے اور دل خوش ہو تو ملائکہ سے ربط ہوتا ہے اور نفس خوش ہو تو شیطان سے ربط ہوتا ہے

تو اطمینان قلب جو ہے اس کا عالم اسباب میں بظاہر سبب جو ہے یہ ہے کہ اس کے ساتھ ملائکہ کو ربط نصیب ہو جاتا ہے ورنہ فرمایا سیدھی سی بات ہے وما النصر الامن عنداللہ مدد ہے ؟ کیا وہ تو اللہ کی طرف سے ہے چاہے تو بغیر فرشتوں کے کرے چاہے فرشتوں سے کرے چاہے تو حالات پیدا کرے نہ کرے تو اسے کوئی احتیاج نہیں ہے حقیقتاً تو مدد اسی کی ہے لیکن بات یہ ہے کہ دنیا عالم اسباب ہے اور قدرت کاملہ بھی اپنے اس قانون کی خلاف ورزی پسند نہیں فرماتی اور اسباب کو پیدا فرما دیا جاتا ہے ان اللہ عزیز حکیم پکی بات ہے اللہ غالب ہے لیکن وہ حکمت والا ہے یہ اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ عالم اسباب میں وہ اسباب پیدا فرما دیتا ہے فرمایا دوسری بات دیکھو

اِذْ یُغَشِّیکُمُ النُّعَاسَ جب تمہیں زبردستی کی اونگھ نے آ لیا ایک جذب کی کیفیت ہوتی ہے جو آدمی جب متوجہ الی اللہ ہو تو اس پہ اس قوت سے غلبہ پا لیتی ہے کہ اسے باقی سب کچھ جو ہے وہ بھول جاتا ہے صرف وہی ایک بات سامنے جسے آپ انگریزی میں (CONCENTRATION) کنسنٹریشن کہتے ہیں یعنی ایک جگہ پر پوری طرح سے ساری توجہ اسی طرف ہو جاتی ہے اور باقی ساری دنیا جو ہے ذہن سے نکل جاتی ہے پھر آدمی کو احساس نہیں ہوتا وقت کا جگہ کا کسی بات کا لیکن ایک ہی طرف اس کی توجہ رہ جاتی ہے اس طرح کی صورت فرمایا یہ بھی اللہ کا انعام ہے کہ سارے جہان سے کاٹ کر صرف اپنی طرف لگا لے تو فرشتوں کے نزول کے باوجود فرمایا میں نے اس کے باوجود کتنے انعام کئے میں

نے فرشتے نازل کیے تمہاری بات قبول کی ہزار ہی فرشتہ نازل کیا دوسری جگہ آتا ہے تین ہزار ایک جگہ آتا ہے پانچ ہزار تو فرشتوں کے نزول مگر علاوہ میں نے تمہیں پوری طرح ساری کائنات سے کاٹ کر اپنی طرف متوجہ کر لیا جیسے عام فہم بات سمجھنے کے لئے ہم یہ کہیں کہ کسی کو گود میں یا کسی کو اپنے بازوؤں کے حلقے میں لے لیا یا پوری طرح سینے میں جذب کر لیا یا جس طرح ہم بچے کو اٹھا کر گود میں چھپا لیتے ہیں اسی طرح ہوتی ہے یہ غشیت

اذیغشیکم النعاس جب تمہیں ایک گونہ بے خودی نے ڈھانپ لیا تھا بالکل الگ کر دیا تھا ساری کائنات سے اسی لئے کہ تمہیں قرار ملے تمہیں سکون ملے یہ چمکتے ہوئے بھالے یہ لپکتی ہوئی تلواریں یہ کافروں کا شور و غوغا یہ ان کے نعرے یہ اڑتی ہوئی گرد یہ سب کچھ میں نے تمہاری نگاہوں سے چھپا کر تمہارے لئے صرف اپنے جمال جہاں ارا کے دروازے کھول دیئے کیونکہ اسباب سے متاثر تو انسان ہوتا ہے تو وہ تاثر جو اسباب سے وجود انسانی پہ پیدا ہوتا ہے دیکھو میں نے تمہیں اس سے بھی محفوظ رکھا اور تمہاری نگاہ کو اپنے جمال پر اس طرح سے مرکوز کر دیا کہ اس کے علاوہ تمہیں کچھ نظر ہی نہیں آتا اور اسے تشبیہ دی نعاس یعنی اونگھ سے نیند کی ہلکی سی شکل سے یہ جذب کی ایک ایسی کیفیت ہوتی ہے جس میں ادمی کے اعضاء و جوارح سو جاتے ہیں لیکن وہ جاگ رہا ہوتا ہے بظاہر بے ہوش نظر آتا ہے لیکن وہ ہوش میں ہوتا ہے آواز بھی سن رہا ہوتا ہے اور

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ پانی وہاں کم تھا زیادہ نہیں تھا کچھ لوگوں کو غسل کی ضرورت پیش آ گئی باقی سب نے وضو بھی کرنا تھا تہجد پڑھتے تھے فجر پڑھنی تھی پانی پینے کو پورا نہیں ہو رہا تھا فرمایا میں نے آسمان سے پانی نازل کر دیا تمہارے لئے صرف تمہاری خاطر میں نے بارش برسا دی اور عجیب بات ہے کفار نے وہ خطہ زمین مشرکین مکہ نے اپنے کیمپ کے لئے منتخب کیا جو ایک بلندی پر تھا ایک طرف سے اور وہاں سرخ مٹی تھی وہی ڈھلان جب نیچے میدان میں آتی ہے جہاں میدان بنتا ہے جہاں بدر کا معرکہ ہوا تو وہ جگہ ریتلی ہے وہاں آدمی گھٹنے گھٹنے بھی دھنس جاتا ہے ریت میں تو مشرکین نے اس جگہ قبضہ کر رکھا تھا اور مسلمانوں کا کیمپ یہاں تھا یہاں ریت میں پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے لڑائی میں تو تیز حرکت کی ضرورت ہوتی ہے جب سپاہی حرکت ہی نہ کر سکیں تو اس بارش نے اس ریت کو ایسے جما دیا جیسے ہوائی جہاز کا رن وے بنا ہوتا ہے اور وہ جگہ جو انہوں نے اچھی چنی تھی اسے اس بارش نے دلدل میں تبدیل کر دیا چونکہ سرخ مٹی تھی وہ سارا کیچڑ بن گئی وہاں سے آدمی پھسلتا وہاں تک چلا جاتا یعنی اسباب کو فرمایا میں نے تمہاری خدمت پہ لگا دیا یعنی جنہیں پینے کے لئے ضرورت ہے ان کے پینے کے کام آئے جسے غسل کی ضرورت ہے اسے غسل کے لئے پانی ملے جسے وضو کرنا ہے اسے وضو کے لئے ملے میدان میں تمہاری ریت کو جما دے اور تمہارے مخالفین کے قدموں میں کیچڑ بھی بنا دے دیکھو میں نے صرف تمہارے لئے ینزل علیکم من السماء ماء لیطھر کم بہ یذھب عنکم رجزالشیطن اور یہ شیطان کا تاثر جو ہے وہ خواہ مشرکین مکہ کی شکل و صورت میں ہو جنگ کی ہولناکی کی صورت میں ہو یا غسل کے وجوب کی صورت میں ہو اسی طرح کا جو تاثر شیطان کا ہے وہ بھی تم سے دور کر دے

وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ اور یہ سارے اسباب میں نے اس لئے بنائے کہ تمہارے قلوب کو رابطہ نصیب ہو اگلے روز کوئی ساتھی پوچھ رہے تھے یہ رابطے کی بات تو وہی بات آ گئی رابطے سے مراد وہ توجہ ہے جو دل کو اللہ کے ساتھ ایسی نصیب ہو کہ اسے عظمت الٰہی پہ اعتبار ہو جائے اللہ کی حضوری استحضار جسے کہتے ہیں نصیب ہو جائے اسے یہ پتہ ہو کہ میرا پالنے والا میری فریاد سننے والا میرا مالک اور میرے مالک کا میرے ساتھ قریبی تعلق یہ سب رابطہ ہے اصطلاح تصوف میں رابطہ کہتے ہیں کہ جب آپ سارے لطائف کر کے پہلے لطیفے پہ آتے ہیں تو جب آپ

مراقبہ کرتے ہیں تو قلب سے جو اللہ اٹھتی ہے اس کی ہو جو ہے وہ جب عرش عظیم تک کو چھولے اور دل سے اٹھنے والے انوارات عرش عظیم کو چھو رہے ہوں اسے اصطلاح میں رابطہ کہتے ہیں ولیربط علی قلوبکم تاکہ تمہارے دلوں کو وہ رابطہ نصیب ہو

وَیُثَبِّتَ بِہِ الاقدام اور ان سب چیزوں سے تمہیں تمہارے قدم جو ہیں وہ جم جائیں ثابت رہیں فرمایا دیکھو اللہ نے ان فرشتوں کو یہ حکم دیا تھا

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ یاد کرو وہ وقت جب آپ کے پروردگار نے جب فرشتوں کو یہ حکم دیا اَنِّیْ مَعَکُمْ دیکھو یہ میری طرف سے پوری تائید پوری طرح سے میری مدد تمہارے ساتھ ہے فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا دیکھو کافروں کو مرنا ہی مرنا ہے تم مومنین دیکھو یہاں پہلے اسی رابطہ قلبی کو قدم کے اقدام کے ثبوت کا سبب قرار دیا لیربط علی قلوبکم و یثبت بہ الاقدام اور فرمایا میں نے فرشتوں سے بھی کہا تھا کہ تم پوری توجہ دو مومنین کے قلوب کو تاکہ ان کے قلوب میں اور ان کے قدموں میں اثبات پیدا ہو وہ جم جائیں میرے دروازے پر

سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ کافروں کی فکر نہ کرو میں ان کے دل میں ویسے ہی ہیبت ڈال دونگا یعنی فرشتوں سے میں نے کہا تھا کہ تم ادھر توجہ کرنا چھوڑ دو کافروں کی طرف انہیں میرے سپرد کرو تمہیں جو ہمت جو استطاعت ہے جو تعلق تمہارا عالم بالا سے ہے جو انوار تمہارے دامن میں ہیں وہ میرے بندوں کے قلوب میں انڈیل دو تم یہ کام کرو اور کافروں اور مشرکین کی طرف میں تمہارا رعب ہی اتنا اپنے بندوں کا اہل بدر کا مومنین کا ڈال دوں گا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب دیکھو کام بانٹ دیا فرمایا ادھر میں ان کے دلوں میں رعب ڈالتا ہوں ادھر تمہیں جو برکات جو انوارات جو تجلیات نصیب ہو رہی ہیں انہیں پوری قوت سے مومنین کے قلوب میں انڈیل دو یہی شیخ کی توجہ ہوتی ہے یہی کام ہوتا ہے شیخ کا کہ اس کے اپنے قلب میں حرارت ہو نور ہو قوت ہو اور وہ قوت طالب کے سینے میں اتار دے اور اس کا نتیجہ یہ ہو کہ اس طالب کو نیکی پر ثابت قدم رہنے کی توفیق مل جائے فثبتو الذین امنوا ایمان والوں کو ثابت قدمی نصیب ہو توجہ کا الٹی میٹ ریزلٹ یا منطقی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر نیکی پر جم جانے کی قوت نصیب ہوتی ہے آدمی تذبذب میں نہیں رہتا کہ کبھی ادھر بھاگے کبھی ادھر بھاگے ایک جگہ جم کر کھڑا ہونے کا حوصلہ نصیب ہوتا ہے

اب رہے کافر تو فرمایا ان کا کام میں کرتا ہوں سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب کافروں کے دلوں کو تو میں ہیبت سے بھر دوں گا ان پر ویسے ہی لرزہ طاری ہو جائے گا اور جب تم ادھر سے فارغ ہو وَاضْرِبُوْا مِنْھُمْ کُلَّ بَنَانٍ ان کو بھی ایسی ضرب لگاؤ کہ ایک ایک جوڑ سے ٹیس اٹھیں یعنی کوئی کافر خالی نہ جائے گردنیں اڑا دو اور ایسی ضرب لگاؤ کل بنان ایک ایک پور ایک ایک جوڑ ایک ایک جائنٹ جو ہے ہر ہر جائنٹ سے علیحدہ ٹیس اٹھیں ایسا مارو ان ظالموں کو کیوں ؟ اس لئے کہ یہ اللہ سے جنگ کرنے آئے ہیں

اہل مکہ جب مکہ سے نکلنے لگے تو بیت اللہ پردے تھام کر انہوں نے دعا کی کہ یا اللہ ہمیں یہ مصیبت لے گئی ہم اب میدان میں چلے ہیں دونوں فریقوں میں جو زیادہ حق پر ہے اس کو فتح دے اور اگر ان کان ھذا ھوالحق اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے ہیں یہ حق ہے فلعتر علینا حجارہ من السماء اوائتنا بعذاب علیم تو پھر اس کو قبول نہیں کرتے ہم پر جو عذاب نازل کر سکتا ہے کر دے پتھر برسا یا اور کوئی عذاب نازل کر پھر جو کرتا ہے ہمارے ساتھ کر یہ فیصلہ ہو جانا چاہئے اللہ کریم فرماتے ہیں وہ میرے ساتھ اعلان جنگ کر کے نکلے اس لئے

بِاَنَّھُمْ شَآقُّوا اللّٰہَ اللہ سے تو دعائیں کر رہے تھے اللہ کہتا ہے میرے ساتھ اعلان جنگ کر رہے تھے اس لئے کہ ان کا اعلان جنگ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا بانھم شاقو اللہ وَرَسُوْلَہٗ اللہ کے ساتھ

اعلان جنگ یہ ہے کہ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اعلان جنگ کیا جائے اب مخالفت کی تو قسمیں ہیں ایک مخالفت ہے کہ اہل مکہ تلوار سونت کر میدان میں نکلے کہ ہم اس آواز ہی کو معاذ اللہ ختم کر دیں گے گردن اڑا دیں گے قتل کر دیں گے ایک مخالفت ہے کہ لڑتا ہی نہیں ہے لیکن کہتا ہے کہ میں آپ کی بات نہیں مانتا ایک مخالفت ہے وہ کہتا ہے میں آپ کی بات سنتا ہی نہیں ایک مخالفت کا درجہ یہ ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے آپ کی بات سن لی ہے مانتا نہیں ہوں ایک درجہ یہ بھی ہے کہتا ہے سن بھی لی مان بھی لی عمل نہیں کروں گا ایک درجہ اور بھی ہے کہتا ہے سنتا بھی ہوں مانتا بھی ہوں لیکن عمل کرنے سے ناک کٹ جائے گی بے عزت ہو گی

یہ سارے درجے آپ کو اپنے اردگرد اپنی سوسائٹی میں بعض دفعہ اپنے کردار میں بھی نظر آئیں گے ہم خود ایسا کر گزرتے ہیں ہمیں پتہ ہوتا ہے کہ سنت کے مطابق اس کام کو اس طرح کرنا چاہئے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے بے عزتی ہو گی گویا معاذ اللہ عقیدہ یہ ہو گیا کہ سنت کے مطابق جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہ عزت مندوں کا کام نہیں یہی ہوا نا ۔ تو یہ ساری چیزیں ایسی ہیں کہ آدمی اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا رہتا ہے لیکن وہ رہتا نہیں بعض اوقات ہوتا یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھے ہوئے ہوتا ہے لیکن اس کا اسلام رخصت ہو چکا ہوتا ہے اور ایسی حالت میں اس پر مصائب شدائد رزائل اور من جانب اللہ جو مصیبتیں آتی ہیں وہ کہتا ہے عجیب بات ہے ہم مسلمان بھی ہیں مصیبتیں بھی ہمارے ہی لئے ہیں وہ یہ نہیں دیکھ رہا ہوتا کہ ہم مسلمان کہاں تک ہیں تو فرمایا

و من یشاقق اللہ و رسولہ جو بھی اللہ کے خلاف جنگ کرے گا یعنی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جتنی مخالفت کرے گا اسے یہ نہیں بھولنا چاہئے فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ کہ اللہ کے عذاب بھی بڑے سخت ہیں یعنی مخالفت کرتے وقت یہ بھول نہیں جانا چاہئے کہ کس سے ٹکر لے رہا ہوں اور اس کی گرفت کتنی سخت ہے فرمایا صرف یہ نہیں یہ بدر کی شکست یہاں فرشتوں کی مار یا جوڑ جوڑ سے ٹیسوں کا اٹھنا دنیا میں ذلت رسوائی اور شان و شوکت کا تباہ ہو جانا مال و دولت کا چلا جانا یہ سارے نہیں

ذٰلِکُمْ فَذُوْقُوْہُ یہ تو تھوڑا سا تمہیں ٹیسٹ کے لئے دیا ہے یہ تو چکھنے کے لئے ہے یہ تو ایسے ہے جیسے کوئی کھانا تیار کر کے ایک چمچ دے دیتا ہے کہ لو بھی یہ چکھو وَاَنَّ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابَ النَّارِ مزا تب آئے گا جب کافر جہنم میں داخل ہوں گے عذاب کی شدت کا اندازہ تو تب ہو گا کہ جب وہ اپنے اس آخری ٹھکانے پر پہنچیں گے یہ تو معمولی سی ایک جھلک ہے عذاب کی جو بدر میں مشرکین کو پیش آئی

آج کے سبق میں بحمد اللہ ہمارے اس موضوع سے متعلق باتیں بہت سی آئیں سب سے پہلے تو استغاثہ اور دعا کہ دعا بہت ضروری ہے بہت بڑی قوت ہے بہت بڑا ہتھیار ہے لیکن اپنے سارے آداب کے اور اوقات کے ساتھ اللہ کریم جب چاہتے ہیں تو اسباب ویسے نتائج دینا شروع کر دیتے ہیں جو آدمی کے حق میں جائیں وہ چاہے تو آگ کو گلزار بنا دیتا ہے جو موت کا سبب ہے وہ آرام کا سبب بن جاتی ہے اور جب وہ چاہے تو پانی یا ہوا کو جو زندگی کا سبب ہے اس کے ذریعے غرق کر دیتا ہے تباہ کر دیتا ہے

اور فرشتوں کا نزول ہوتا ہے ان قلوب پر جو اللہ کے نام پر دھڑکتے ہیں اللہ کے لئے خوش ہوتے ہیں اور جنہیں یہ راحت اللہ کے دین کے احیاء کے سلسلے میں نصیب ہوتی ہے اور اللہ کی طرف سے ایسی توجہ نصیب ہو جاتی ہے کہ آدمی ساری پریشانیاں بھول کر مزے سے زندگی گزارتا ہے اس دنیا میں بھی رہتا ہوا جنت میں رہتا ہے اسے کوئی پرابلم نہیں ہوتا بظاہر اس پر کوئی مصیبت بھی آئے تو باطنا اس کی جمعیت خاطر کو پریشان نہیں کرتی

باقی صفحہ ۴۱ پر ملاحظہ فرمائیں

معراج مصطفیٰؐ

ڈاکٹر
لیاقت علی خاں
نیازی

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○

(بنی اسرائیل ۔ آیت ۱)

"پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی اس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائے حقیقت میں وہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے"

نبی اکرم کی عمر مبارک پچاس سال چار ماہ اور انیس دن تھی اتوار کی رات ستائیس رجب دو سال قبل از ہجرت بمطابق ۸ مارچ ۶۲۰ جبکہ نبی اکرم اپنی پھوپھی زاد ہمشیرہ حضرت ام ہانیؓ کے ہاں رات کو آرام فرما رہے تھے تو حضرت جبرائیلؑ اور حضرت میکائیلؑ تشریف لائے اور انہوں نے ایک جانور "جادود" نامی جسے براق بھی کہتے ہیں وہ لائے اور آپؐ کو معراج شریف کی دعوت دی سب سے پہلے وہ آپ کو مقام ابراہیم پر لے گئے وہاں آپ کے قلب مبارک کو آب زم زم سے دھویا گیا بعد میں آپ مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے آج بھی وہاں وہ باب مشہور ہے جسے باب محمد کہا جاتا ہے سید ابوالاعلیٰ مودودی اپنی تفسیر تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ نمبر ۵۸۹ پر رقمطراز ہیں کہ یہ "کوئی بہت بڑا خارق عادت واقعہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی غیر محدود قدرت سے رونما ہوا" یہ خواب کشفی سفر یا روحانی سفر نہ تھا یا روحانی تجربہ نہ تھا بلکہ یہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا عالم آخرت کی سزاؤں کا پیشگی مشاہدہ کرایا گیا معارف القرآن کراچی جلد پنجم ۱۹۸۷ء ایڈیشن کے صفحہ نمبر ۴۲۶ پر حضرت مولانا محمد شفیع رقمطراز ہیں کہ واقع معراج حضرت محمدؐ کا ایک خصوصی اعزاز اور امتیازی معجزہ ہے سورت نجم کی آیت مبارکہ نمبر ۱۸۔۱ میں واقع معراج کا ذکر موجود ہے

والنّجم اذا ھویٰ○ فکان قاب قوسین او ادنیٰ○ ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ○ عند سدرۃ المنتھیٰ○

اور اس پیارے چمکتے تارے محمدؐ کی قسم جب یہ معراج سے اترے اور اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ بلکہ اس سے کم اور انہوں نے سدرۃ المنتھیٰ کے پاس وہ جلوہ دوبارہ دیکھا بیت المقدس کا سب سے بڑا عالم ایلیا لکھتا ہے کہ جس دن نبی اکرم نے معراج شریف پر جانا تھا اس رات وہ بیت المقدس کا دروازہ بند کرنا چاہتا تھا لیکن ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے کہ کوئی بہت بڑی چٹان آگے آگئی ہو چنانچہ دروازہ بند نہ ہوتا تھا ظاہر ہے جب تاجدار انبیا نے تشریف لانا ہو تو دروازہ کیسے بند ہوتا آج بھی یہ دروازہ باب محمدؐ کے نام سے معروف اور مشہور ہے یہ ایک معجزہ ہے جو کہ پرانی کتب میں لکھا ہوا ہے خواجہ محمد اسلام اپنی تصنیف "محبوب کے حسن و جمال کا منظر" مکتبہ اشرفیہ رائے ونڈ لاہور کے صفحہ نمبر ۲۳۰ پر رقمطراز ہیں کہ "حضرت نے خدا کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اپنی

آنکھ سے دیکھا ہے" اور وہ صفحہ نمبر ۲۳۳ پر رقمطراز ہیں اس رات میں روح کی بالیدگی اور عالم روحانیت کی ناقابل پیمائش بلندیوں تک جسد و روح انسانی کی پرواز کا ایک بے نظیر مظاہرہ پیش آیا تھا ہجرت سے قبل مسلمانوں کی زندگی شب تاریک کی حیثیت رکھتی تھی شب معراج اس شب تار کے لئے نور کا تڑکا بن گئی ہجرت کے بعد دعوت حق اسی شب نور کا کرشمہ تھی نبی کریم وہ روشنی تھے جو چمک چمک کر صراط مستقیم کی طرف اشارہ کر رہی تھی (صفحات ۲۳۳ - ۲۳۵)

٭ نبی اکرمؐ جب معراج شریف پر تشریف لے گئے تو آپ نے بہت سارے مشاہدات فرمائے عظمی خالد مغل اپنے مضمون معراج شریف ہلال صفحہ ۱۸۸ عید میلاد النبی اشاعت خصوصی ۱۹۸۷ء رقمطراز ہیں کہ جب نبی اکرم پہلے آسمان پر تشریف لے گئے تو آپ کی ملاقات حضرت آدمؑ سے ہوئی آدمؑ کے چہرہ اقدس پر کبھی خوشی کی لہر دوڑتی اور کبھی آپ کا چہرہ اقدس ملال اور رنج کی وجہ سے اپنا رنگ بدلتا پوچھنے پر پتہ چلا کہ جب حضرت آدمؑ دوزخ کی طرف دیکھتے ہیں تو وہاں نبی آدم کو دیکھ کر پریشان اور رنجیدہ ہو جاتے ہیں لیکن جب جنت میں نبی آدم کو دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرہ انور پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے پہلے آسمان پر نبی اکرم نے مشاہدہ فرمایا کہ لوگوں کی ایک جماعت ہے کہ جس کے سر کچلے جا رہے ہیں پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ وہ لوگ تھے جو باجماعت نماز پڑھتے تھے رکوع و سجود اچھی طرح ادا نہ کرتے تھے پھر نبی اکرمؐ نے ایک جماعت دیکھی کہ ان کے کانوں کا گوشت کاٹا جا رہا ہے پتہ چلا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی چغلیاں لگاتے تھے پھر نبی اکرم نے مشاہدہ فرمایا کہ چند لوگ ہیں ان کے چہرے سیاہ ہیں آنکھیں نیلی ہیں نچلے ہونٹ پاؤں تلے روندے جا رہے ہیں اور ان کے منہ سے پیپ خون اور گندگی بہہ رہی ہے اور انہیں آتشیں پیالوں میں دوزخیوں کا خون اور زرد آب یعنی پیپ پینے کو ملتا ہے استفسار کرنے پر پتہ چلا کہ یہ جماعت شراب نوشوں کی ہے جنہیں اس قسم کی سزا دی جا رہی ہے پھر نبی اکرم نے مشاہدہ فرمایا کہ لوگوں کی ایک جماعت ہے کہ ان کی زبانیں گدی سے کھینچی جا رہیں اور ان کی شکل خنزیر کی طرح مسخ ہو چکی ہے پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ وہ لوگ تھے جو جھوٹی گواہی دیا کرتے تھے

پھر آپ نے لوگوں کی ایک جماعت دیکھی جن کے پیٹ پھولے ہوئے تھے رنگ زرد تھا گردنوں میں طوق ہاتھوں اور پاؤں میں بیڑیاں لگی ہوئی تھیں اور منہ کے بل گرے ہوئے تھے استفسار کرنے پر پتہ چلا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کہ اس دنیا میں سود کھاتے تھے پھر نبی اکرم نے لوگوں کی ایک جماعت دیکھی کہ جنہیں فرشتے آتشیں چھریوں سے ذبح کر رہے تھے سیاہ اور گندہ خون بہہ رہا تھا استفسار کرنے پر پتہ چلا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کہ اس دنیا میں انسانی قتل کرتے تھے پھر آپ نے دیکھا کہ عورتوں کی ایک جماعت ہے جن کے چہرے سیاہ ہیں آنکھیں نیلی ہیں اور انہوں نے آگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور انہیں گرز مارے جا رہے ہیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو کہ اپنے خاوندوں کی نافرمان ہوا کرتی تھیں اور بدکاری کیا کرتی تھیں

پھر نبی اکرم نے دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت ہے جو کہ دنیا اور آخرت میں معلق ہے یعنی فضا میں معلق ہے اور دو غضب ناک فرشتے جن کی آنکھوں نتھنوں اور کانوں سے آگ برستی تھی اور ان کے ہاتھوں میں لٹھ تھے وہ اس جماعت کو مار

رہے ہیں۔ استفسار کرنے پر پتہ چلا کہ یہ منافق لوگوں کا انجام تھا ۔ پھر نبی اکرمؐ نے لوگوں کی ایک جماعت دیکھی جو کہ آگ کی وادی میں مقید تھے آگ انہیں جلا ڈالتی پھر زندہ ہو جاتے پھر وہ جلنا شروع کر دیتے استفسار کرنے پر پتہ چلا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اس دنیا میں اپنے والدین کی نافرمانی کرتے تھے۔

پھر نبی اکرمؐ نے ایک جماعت دیکھی جس پر لگاتار عذاب الٰہی مسلط تھا معلوم ہوا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کہ اس دنیا میں موسیقی کے دلدادہ تھے یہ طبلے راگ رنگ رقص اور ناٹک رچانے والوں کا انجام تھا مندرجہ بالا کیفیت ان لوگوں کی تھی جو اس دنیا میں مختلف قسم کے گناہ کرتے تھے یہ عذاب ان پر پہلے آسمان پر جب آپ تشریف لے گئے تو اس وقت ان پر یہ عذاب نازل ہو رہا تھا اس کے بعد نبی اکرمؐ دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اور حضرت یحیٰی بن ذکریا سے آپ کی ملاقات ہوئی تیسرے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام ساتویں آسمان پر جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نبی اکرمؐ کی ملاقات ہوئی مزید تفصیلات کے لئے اسلامی انسائیکلو پیڈیا مولفہ (سید قاسم محمود) صفحہ ۱۳۶۹ بک فاؤنڈیشن شاہکار ۱۹۸۴ء کراچی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام آگے نہ بڑھ سکتے تھے وہاں ایک بیری کا درخت تھا جسے سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں اس سدرۃ المنتہیٰ سے نبی اکرمؐ عرش پر بذریعہ رفرف نامی سواری تشریف لے گئے یہ انسانیت کی معراج تھی تاجدار انبیا صلی اللہ علیہ وسلم اور خالق حقیقی کے مابین گفتگو ہوئی وہ یہ دو ہستیاں خود ہی جانتی ہیں اس کے بارے میں ہمارا علم ناقص ہے الغرض معراج مصطفیٰ انسانیت کے بلند ترین رتبوں پر فائز ہونے کا نام ہے یہ ایسا اعزاز ہے جو کہ کسی اور نبی کو آج تک یا کسی اور پیغمبر کو آج تک نہیں مل سکا

جہاں تک کہ معراج شریف کا تعلق ہے اس کو سائنس کی روشنی میں ثابت کرنا بظاہر بڑا مشکل ہے ایک جدید ذہن یہ سوال کر سکتا ہے کہ کیسے ممکن ہے یہ کہ نبی اکرم چند لمحات میں براق پر جلوہ افروز ہو کر خالق حقیقی سے ملاقات کر کے اسی وقت واپس تشریف لے آئے اور اس بے کراں کائنات کو عبور کرتے ہوئے نقاش فطرت سے ملاقات کر کے جب واپس تشریف لائیں تو اس وقت دروازے کا کنڈا اسی طرح جنبش کی حالت میں ہو اور وضو کا پانی اسی طرح گرم ہو یہ کیسے ممکن ہے یعنی چند سیکنڈز میں یا چند لمحات میں یا چند گھڑیوں میں اتنا طویل ترین سفر قطعی طور پر ممکن نہیں یہ سوال کافی حد تک معقول بھی ہے اور مشکل بھی اس کا جواب میں چند دلائل کی صورت میں دوں گا

ا۔ میری پہلی دلیل یہ ہے کہ آج کا انسان اتنی ترقی کر چکا ہے کہ وہ بعید ترین کہکشاؤں پر ستاروں اور جتنے بھی اجرام فلکی ہیں ان پر نہ صرف کمندیں ڈال رہا ہے بلکہ ان تک پیغام رسانی کا کام بھی کر رہا ہے میں ریڈرز ڈائجسٹ جولائی ۱۹۸۸ء کی طرف توجہ مبذول کراؤں گا (صفحات نمبر ۱۱۷ سے لے کر ۱۲۱ تک) واقع یوں ہے کہ جولائی ۱۹۸۸ء میں امریکہ میں ٹورنٹو یونیورسٹی کے ماہر فلکیات شلنن رات کے وقت ایک ستارے کو دیکھ رہے تھے جسے Supernova کہا جاتا ہے یہ "سپرنووا" ۱۵۷۲ میں نظر آیا اور اس کے بعد یہ ۱۶۰۴ء میں نظر آیا تھا اچانک دور بین کی مدد سے جسے فلکیات کی اصطلاح میں ASTROGRAPH کہا جاتا ہے پروفیسر مذکور نے یہ دیکھا کہ وہ ستارہ "سپرنووا" اچانک

نظر آیا ہے اور وہاں بادلوں کا ایک طوفان اٹھا ہے اور ان بادلوں کے طوفان کی رفتار ۱۱۰۰۰ میل فی سیکنڈ ہے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ SUPERNOVA ستارہ کتنا دور تھا یہ ایک لاکھ ستر ہزار نوری سال یا LIGHT YEARS تھا میں اتنا عرض کروں گا کہ جہاں تک کہ نوری سال یا LIGHT YEARS کا تعلق ہے روشنی ایک سیکنڈ میں ۱۸۶۰۰۰ میل سفر طے کرتی ہے روشنی جو سفر ایک سیکنڈ میں طے کرتی ہے وہ ۳۰۰۰۰۰ کلو میٹر بنتا ہے اور سال میں جو روشنی سفر طے کرتی ہے وہ پچانوے کھرب کلومیٹر ہے اب اگر پروفیسر مذکور نے ASTROGRAPH کے ذریعے سے یہ دیکھ لیا کہ وہ ستارہ جو کہ ۱۷۰۰۰۰ نوری سال دور ہے آپ اسے ۹۵ کھرب کلو میٹر سے ضرب دے لیں تو یہ پدمو اور سنکھوں نوری سال کلو میٹر دور ہو گا وہاں طوفان کی رفتار بھی اس آلے کی مدد سے محسوس کرلی اور دیکھ لی آج کا ماہر فلکیات اور سائنس دان اتنی ترقی کر چکا ہے کہ وہ سنکھوں میل دور ستارے پر SIGNAL بھیجتا ہے اور وہ فوری طور پر اس کے سگنل واپس آجاتے ہیں اور وہ اس پیغام کو محسوس کر لیتا ہے کہ وہاں مریخ جو کتنے نوری سال دور ہے اس پر اس وقت طوفان ہے اس پر بادلوں کا رنگ نیلا ہے یا سرخ ہے یا وہاں کسی اور ستارے پر یا کسی اور اجرام فلکی پر اگر کوئی سیلاب ہے تو اس کی رفتار اتنی ہے اگر ایک انسان ایک SIGNAL کو بھیج سکتا ہے اور وہ سگنل آنا فانا اس پیغام کو واپس پہنچا دیتا ہے تو کیا نبی اکرم براق پر جلوہ افروز ہو کر آنا فانا چند گھڑیوں میں خالق حقیقی سے ملاقات کر کے واپس تشریف نہیں لا سکتے جہاں تک کہ سائنس کا تعلق ہے اس ضمن میں میں یہ عرض کروں گا کہ مورے اور مائیکل سن MORLEY اور MICHELSON نے روشنی کی رفتار ۱۸۸۷ء سے لے کر ۱۹۳۰ء کے دوران میں معلوم کی ۱۷۶۷ء میں WATT نے STEAM ENGINE ایجاد کیا اسی دور میں OBSERVATION SATELLITES ELECTRONIC ایجاد ہوئیں ٹیلیویژن ایجاد ہوا ٹیپ ریکارڈ ایجاد ہوا وی سی آر ایجاد ہوا ۱۹۳۰ء میں AIRSHIP

1969

متروک ہوئے اور جیٹ انجن ان کی جگہ لے آئے اور ۱۹۶۹ء میں انسان چاند پر پہنچا دن بدن انسان ترقی کر رہا ہے اور آواز سے بھی تیز تر سواریوں پر سوار ہو رہا ہے کبھی اپالو ہے کبھی کونسا راکٹ ہے پہلی دفعہ ۱۹۳۰ء میں سائنس نے یہ ثابت کیا کہ روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل یا تین لاکھ کلو میٹر فی سیکنڈ سفر کرتی ہے ہو سکتا ہے آیندہ آنے والی سائنس یہ ثابت کر دے کہ اس سے بھی تیز تر سواریاں ہیں اور اس سے بھی تیز تر کوئی چیز ہے جو کہ روشنی سے بھی تیز تر سفر طے کرتی ہے اس براق کا نام ہی یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ بجلی کی رفتار کی طرح تھا جس پر نبی اکرم جلوہ افروز ہوئے اب تو انسان نے کہکشاؤں کے باہر بھی جھانک لیا ہے پرتگال کے ملاح مجلان نے یہ راز فاش کیا کہ کہکشاؤں کے لاکھوں مجموعے ہیں قریب ترین کہکشاں ۲۲۰۰۰۰ نوری سال دور ہے اور بعید ترین کہکشاں دو ارب نوری سال ہم سے دور ہے

۲۔ میری دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر EINSTEIN کی THEORY OF RELATIVITY کو سامنے رکھیں تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کہ اس نے ۱۹۰۵ء میں نظریہ دیا تھا کہ وقت کی رفتار رک بھی جاتی ہے تھم بھی جاتی ہے خوشی کی گھڑی بڑی تیزی کے ساتھ گزرتی ہیں یہ انسانی تجربہ ہے لیکن اگر کسی انسان کا ہاتھ آپ لے لیں اور اسے آگ میں رکھ دیں یا تنور میں اس کا ہاتھ ڈال دیں تو اس کی تکلیف کا ایک

لمحہ ایک سال کی تکلیف کے برابر ہو گا اور اس کی غم کی گھڑیاں اور اس کے دکھ کی گھڑیاں بہت زیادہ بڑھ جائیں گی

اسی طرح خوشی کی گھڑیاں بڑی تیزی کے ساتھ گذرتی ہیں تو ثابت یہ ہوا کہ وقت ایک جیسا نہیں ہوتا بلکہ وقت کے اپنے اصلی کوئی اور روپ ہوا کرتے ہیں اور وقت کی رفتار تھم بھی جایا کرتی ہے

۳۔ اس ضمن میں میری تیسری دلیل یہ ہے کہ ذرات یا اینمز (ATOMS) ENERGY میں CONVERT یا تبدیل بھی ہو سکتے ہیں اور بعد میں دوبارہ یہ MATTER میں بھی تبدیل ہو سکتے ہیں معراج نبوی کے بارے میں محمد حسین ہیکل نے اپنی کتاب (LIFE OF MUHAMMAD) میں اسی (THEORY OF RELATIVITY) کی روشنی میں جو کہ EINSTEIN نے دی تھی یہ کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے نبی اکرم کی ذات اقدس فوری طور پر آناً فاناً چند لمحات میں چند گھڑیوں میں خالق حقیقی سے ملاقی ہو کر اسی وقت واپس تشریف لے آئے

۴۔ اس ضمن میں میری چوتھی دلیل یہ ہے کہ اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ ایک ستارہ ہے جو کہ ایک لاکھ پدم نوری سال دور ہے وہ سرخ رنگ کا ہے اور میں نے اسے دیکھا ہوا ہے اس پر خیالات کے ذریعے سے میں فوراً پہنچ سکتا ہوں وہ اسی طرح کہ اگر آپ فوراً آنکھیں بند کریں تو آپ کراچی کو دیکھ لیں سعودی عرب کو دیکھ لیں انگلینڈ کو دیکھ لیں امریکہ اگر آپ نے دیکھا ہوا ہے تو وہاں کی کسی بلڈنگ کو آپ فوراً دیکھ لیں انسان کے خیالات فوری طور پر متعلقہ جگہ پر پہنچ جاتے ہیں اگر انسان کے خیالات پہنچ سکتے ہیں کسی جگہ پر تو کیا نبی اکرم اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے ملاقات کر کے یا انہی لمحات میں واپس تشریف نہیں

لا سکتے میں روح کے بارے میں کچھ گذارش کروں گا دلیل ہے علامہ حافظ ابن مقیم کی کتاب "کتاب روح" جو کہ ابھی شائع ہوئی ہے نفیس اکیڈمی کراچی ہے جو ۱۹۸۲ء کا ایڈیشن ہے اس کے صفحہ نمبر ۲۷۳ پر لکھا ہے کہ روح کا ٹھکانہ علیین یا سجین اس میں ایک جگہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ جو نیک روحیں ہیں بخشی ہوئی روحیں ہیں ان کا مقام عالم ارواح ہے اور پھر یہ اسی صفحہ نمبر ۲۷۳ پر لکھتے ہیں کہ روحیں انتہائی تیز رفتار ہیں روحوں کو اپنے ٹھکانے پر ہونے کے باوجود بھی اپنی اپنی قبروں سے تعلق رہتا ہے اگر ہم کتاب روح جو کہ حافظ ابن مقیم نے لکھی ہے اگر اس کو پیش نظر رکھیں اور اس حدیث مبارکہ کو پیش نظر رکھیں کہ جب مجھ پر کوئی درود بھیجتا ہے تو میں خود اس کو سنتا ہوں اور میری روح یا کوئی شخص جس پر درود بھیجا جاتا ہے تو اس کی روح اس پر لوٹا دی جاتی ہے اگر عالم ارواح سے چند لمحات میں چند سیکنڈز میں اگر روح آسکتی ہے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ روح کی رفتار یقیناً تین لاکھ کلو میٹر فی سیکنڈ سے بہت زیادہ یا انتہائی زیادہ ہے جس کی وجہ سے وہ فوراً اپنے جسموں میں داخل ہو کر اس دعا کو سنتی ہے اس درود کو سنتی ہے ان ارواح کی تیز رفتاری اگر اس قدر زیادہ ہو سکتی ہے تو کیا نبی اکرم کے براق کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت نہیں دی کہ وہ چند لمحات میں چند گھڑیوں میں اتنا طویل ترین سفر کر کے نبی اکرم کو واپس لا سکے علامہ اقبال کا یہ شعر نبی اکرم کے معراج مصطفوی کی عکاسی کرتا ہے۔

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شائد
کہ آرہی ہے دما دم صدائے کن فیکون

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

حرمین

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

حرمین شریفین کی حاضری میں سب سے زیادہ نازک پہلو جو ہوتا ہے وہ یہاں کے آداب اور احترام کا ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں بھی بیت اللہ شریف کا اپنا احترام ہے ادب ہے ایک خاص سلیقہ ہے قرینہ ہے اور اگر اسی میں کوتاہی کی جائے تو خدانخواستہ انسان ساری زندگی اتنا کما نہیں سکتا جو چند لمحوں میں کھو بیٹھتا ہے مثلاً حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے لوگ لڑتے ہیں چھینا جھپٹی ہوتی ہے ایک دوسرے کو دھکیلتے ہیں یا عورتوں مردوں کا جمگھٹا ہوجاتا ہے کوئی پرواہ نہیں کرتا یا بیت اللہ شریف پر جو غلاف ہے اسے لوگ کاٹ کے لے جاتے ہیں یہ تو برکت حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہ ہوا بغیر کسی کے اجازت کے آپ نے غلاف کا ٹکڑا کاٹ لیا یا اس سے کوئی چیز اٹھالی ان طرح وہاں کے آداب میں ہے کہ بنیادی طور پر طلب الٰہی ہو اور رضائے الٰہی کے لئے توفیق طلب کی جائے اعمال خیر کے لئے توفیق طلب کی جائے تو بہرحال وہ معاملہ رب کریم کے ساتھ ہے

لیکن مدینہ منورہ میں حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں معاملہ بہت نازک صورت اختیار کر جاتا ہے یہ جو زندگی اور موت کی صورتحال ہے وہ سمجھنے میں آج کل لوگوں نے بہت سی الجھن اور بہت سے الٹ پلٹ باتیں اس میں شامل کردیں ہیں تو یہ سارا معاملہ ہی الجھ گیا ہے سمجھ نہیں آتی۔موت کسی فنا کا نام نہیں ہے موت مٹ جانے کا نام نہیں ہے موت زندگی کا ہی ایک عرصہ ہے ایک صورت ہے ایک حالت ہے اللہ کریم نے ارواح تخلیق فرمائیں عالم امر میں ان کے لئے اجزا تقسیم کردیئے کون سی مٹی کس وجود کا حصہ بنے گی کونسا وجود کب بنے گا اور کب اسے مرنا ہے اب یہ اس کا طے شدہ پروگرام ہے اس کے مطابق اپنی اپنی باری پر بنتے ہیں وجود انسانوں کے مختلف لیے پر اس میں سے گزارتا ہے کسی دوسرے وجود میں منتقل ہوتا ہے وہاں انسانی وجود بنتا ہے تب سے لے کر جب تک وہ دنیا پر رہتا ہے مختلف اغذیہ کے صورت میں اپنے وجود کے اجزاء کو جمع کرتا رہتا ہے ہوتی تو وہ مٹی ہی ہے اس کی مختلف شکلیں مختلف ذرائع سے اس تک پہنچتی ہیں اور یہ اتنا مضبوط طے شدہ پروگرام ہے کہ ایک ذرہ جو کسی ایک انسان کے حصے میں مقدر ہوچکا اسے دوسرا نہ روک سکتا ہے نہ چھین سکتا ہے نہ پا سکتا ہے

الاوان النفس لن تموت حتی لن تموت حتی تستکمل رزقھا بڑی واضح بات ہے کہ اپنے اپنے حصے کا ہر دانہ کھا کر ہر شخص دنیا سے رخصت ہوتا ہے لیکن عجیب بات یہ ہوتی ہے کہ جو سب سے طاقتور جزو ہے انسان اصل جو ہے یعنی روح وہ اس دنیا میں پس پردہ ہوتی ہے اور براہ راست ہماری نگاہ میں وجود ہوتا ہے جسم ہوتا ہے جو کھاتا ہے پیتا ہے گرمی سردی خوشی رنج نیکی بدی محسوس کرتا ہے یعنی مکلف بذات جسے کہتے ہیں براہ راست جو سامنے ہوتا ہے وہ بدن ہوتا ہے تابع یا اس کے پیچھے روح ہوتا ہے لیکن یہ محسوس ہوتا رہتا ہے کہ جب بدن کو ایذا ہوتی ہے تو روح بھی تڑپتی ہے جب بدن خوشحال ہوتا ہے تو روح پر بھی فرحت وارد ہوتی ہے موت اس صورتحال کے الٹ جانے کا نام ہے

جب آدمی اپنا عرصہ حیات پورا کر چکتا ہے جو اسے عمل کے لئے دیا گیا اطاعت الٰہی کے لئے دیا گیا تو اس پر جو حالت وارد ہوتی ہے اسے موت کہتے ہیں موت کیا ہے روح کا وہ تعلق بدن کے ساتھ جس کی وجہ سے بدن میں حرکت تھی کام کاج کرتا تھا کھاتا پیتا تھا اعمال کرتا تھا سلامت تھا وہ تعلق ختم کردیا جاتا ہے لیکن یہ نہیں کلی تعلق توڑ دیا جائے بالکل نہیں توڑا جاتا لیکن وہ تعلق جو اس کی حرکت کا سبب تھا وہ ختم کر دیا جاتا ہے اس لئے کہ اب سے کچھ نہیں کرنا دوسری تبدیلی موت سے یہ آتی ہے کہ مکلف بذات روح ہوجاتی ہے یعنی براہ راست معاملہ روح سے ہوتا ہے سوال جواب عذاب ثواب جو ہے بظاہر وہ گل سڑ بھی جائے اس کا تعلق ہر ذرے کا اپنی روح کے ساتھ رہتا ہے جس طرح ہر ذرے کا تعلق وجود کا حصہ بننے سے پہلے اپنی روح اور اپنے وجود کے ساتھ ہے اس کی طرف کھچا چلا آتا ہے تو روح کے ساتھ وقت گذارنے کے ساتھ اس کا تعلق اور مضبوط ہوجاتا ہے اب اسے انتظار کرتا ہے اس دن کا جس دن سارے انسان اپنے اس امتحان سے گزر کر فارغ ہوجائیں گے دنیا کی بساط لپیٹ دی جائے گی یہ عالم ختم ہوجائے گا اور زندگی کا اصلی روپ شروع ہوگا اس سے پہلے تمام بدنوں کو پھر سے سلامت کر کے روح کے ساتھ کھڑا کر دیا جائے گا اور اس دن جو کچھ روح دیکھتی اور سنتی ہے جو کچھ بدن دیکھے اور سنے گا اور جو کچھ بدن محسوس کرتا ہے وہ کچھ روح بھی محسوس کرتی ہے دونوں میں برابر برابر کی طاقت آجاتی ہے جس طرح روح فرشتے کو دیکھ سکتی ہے دونوں میں برابر برابر کی طاقت آجاتی ہے جس طرح روح فرشتے کو دیکھ سکتی ہے پھر بدن بھی اس دن فرشتے کو دیکھ سکے گا جنت دوزخ کو دیکھ سکے گا گرمی سردی کو محسوس کر سکے گا اور جو جس طرح بدن لذت حاصل کرتا ہے اس طرح روح بھی یعنی دونوں میں برابر برابر طاقت آجائے گی یہ سلسلہ ہے ہر بنی آدم کی زندگی کا

اب اس میں کچھ لوگ تھوڑی سے فوقیت حاصل کر لیتے ہیں یہ جو میں نے عرض کیا ہے اس سلسلہ میں مومن و کافر کی تمیز نہیں یہ عام انسانی سطح ہے ہر انسان خواہ وہ کافر ہے خواہ وہ بدکار ہے خواہ وہ نیک ہے عمل میں ہے اسے گذارنا ہے اور اس کی روح کا تعلق اس کے اجزائے بدن کے ساتھ ہے جن کے بدن جلا دیئے جاتے ہیں وہ راکھ کے ذرے جہاں بھی بکھر جائیں روح کا تعلق ہر ذرے کے ساتھ رہتا ہے اب اس میں اور مومن میں ایک فرق پیدا ہوجاتا ہے جسے نور ایمان نصیب ہوجائے دنیا میں اس کی روح کا تعلق اس سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ جسے نور ایمان نصیب نہیں ہوتا جسے نور ایمان نصیب نہیں ہوتا اس کا صرف فطری تعلق ہوتا ہے بدن کے ساتھ۔ جس روح کو نور ایمان نصیب ہوتا ہے اس میں ایمان کے طفیل بدن عمل کرتا ہے تو وہ طاقت وہ تعلق وہ رشتہ جو بدن کو اعمال پر آمادہ کرتا ہے حالانکہ اس کی خواہش کچھ اور ہوتی ہے وہ سونا چاہتا ہے لیکن وہ رشتہ اسے اٹھا کر کھڑا کر دیتا ہے تہجد کے لئے وہ کھانا چاہتا ہے لیکن وہ رشتہ اس کے منہ پر مہر لگا دیتا ہے مغرب تک کے لئے کہ رمضان ہے یا جس طرح ایثار سے وہ جان بچانا چاہتا ہے لیکن نور ایمان اسے سربازار شہید کرا دیتا ہے اس کے پرخچے اڑا دیتا ہے ایک اتنا مضبوط تعلق جو بدن کی خواہشات کو پامال کر کے بدن سے وہ کام کر جاتا ہے جس میں روح کو خوشی ہو یہ تعلق موت پر کمزور نہیں ہوتا بلکہ کافر کی نسبت بہت زیادہ مضبوط رہتا ہے

اس سے زیادہ مضبوط تعلق ہوتا ہے شہدا کا جو اللہ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں اور یہ دیکھا گیا ہے کہ ان کی ارواح کا تعلق ان کے جسموں سے اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ جس طرح دنیا میں روح کے تعلق سے جسم تر و تازہ رہتا ہے قبر میں بھی اس طرح تروتازہ رہتے ہیں اس لئے رب کریم نے فرمایا کہ انہیں مردہ نہ کہو تو یہ اللہ کا احسان بھی ہے اور پہلے زمانے سے لے کر آج تک کا مشاہدہ بھی ہے یہ جب مسجد نبوی کے ساتھ سائے بنائے گئے اس وقت توسیع کا نہیں تھا پروگرام لیکن لوگ نہیں سمانے تھے

تو باہر یہ چھپر سے بنائے گئے ۸۷ء میں غالباً تو جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلیم کے والد ماجد کا بنا ہوا تھا بڑا مقبرہ جو ترکوں نے بنایا تھا اس میں بہت سے کمرے تھے بہت سی جگہ تھی کھلی رہنے کی پوری ایک سرائے تھی اس کے ساتھ اندر ایک کمرے میں مزار تھا وہاں تک جب جگہ صاف کی گئی تو بالکل جہاں یہ چھپر بنے ہوئے ہیں وہاں یہ ہوتا تھا تو اس کے ساتھ اس سے لے کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے درمیان حضرت عکاشہ ایک مشہور صحابی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی مزار تھی ایک اور صحابی مجھے ان کا نام یاد نہیں آرہا ان کی مزار تھی تو یہ جگہ کافی اونچی تھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے تین تین چار فٹ یہ اونچا تھا تو یہ سارے کو یہ جب بنایا گیا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سطح تک اسے کھود کر برابر کیا گیا تو وہ وجود نکالے گئے یہاں سے جنت البقیع میں دفن کیے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلیم کی بعثت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے والد ماجد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیدائش سے پہلے یہاں دفن ہوئے یہ سب چودہ سو سال سے زیادہ کے لوگ لیکن انیس صد اٹھتر میں بھی ان کے وجود بالکل تروتازہ تھے جیسے آرام کر رہے ہوں نہ صرف اس زمانے کے بلکہ یہ معروف واقعہ ہے

کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد سے شہدائے احد کو وہاں سے نکال کر وہاں دفن کیا گیا جہاں اب موجود ہیں وہاں سے جہاں میدان کارزار تھا تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نکالتے وقت کسی کی وہ کدال تھوڑی سی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ٹکرا گئی معمولی سی خراش ہوئی تو خون جاری ہوگیا حالانکہ چالیس برس ہوچکے تھے آپ کو دفن ہوئے

افغان جہاد جو ہے اس میں مسلسل اگر آپ دیکھیں تو عجیب و غریب واقعات ملتے ہیں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ ایک آدمی کا جسم کئی ہفتوں بعد ملا لیکن وہ تروتازہ ہے اور خوشبو سے کمرہ بھر جاتا ہے میں ڈاکٹروں کا انٹرویو پڑھ رہا تھا جو مغرب کے پڑھے لکھے وہاں کام کرتے ہیں وہ کہتے ہیں عجیب بات ہے بعض ایسے وجود آجاتے ہیں ہمارے پاس جو بڑا عرصہ پڑے ہوئے کسی جھاڑی میں، کسی گڑھے میں، کسی کھائی میں، کسی بارودی سرنگ سے اڑ گئے، کچھ عرصہ بعد، کسی کا دو ہفتے بعد، تین ہفتے بعد وجود ملا تو بجائے خراب ہونے کے نہ صرف تازہ ہوتا بلکہ کمرہ بھی خوشبو سے بھر جاتا اور میں نے خود وہ انٹرویو پڑھا تھا وہ ڈاکٹر کہتا ہے کہ میں نہیں سمجھ سکا کہ کوئی سائنسی توجیہہ نہیں ہوسکتی کہ یہ خوشبو کیسی ہے کوئی بھی اسے مشابہت نہیں دی جاسکتی اور پھر کئی روز وہ کمرہ معطر رہتا ہے پوسٹ مارٹم کیا اس کو دیکھا سیدھا کر کے کفن دفن کیا اور بہت سی اس طرح کے واقعات ہیں تو یہ سارے واقعات عرض کرنا مقصد نہیں میں اپنے مطلب کی بات عرض کرنا چاہتا ہوں

کہ شہید کی روح کا تعلق اس کے بدن کے ساتھ اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ وہ بدن جس طرح دنیا میں سلامت رہتا ہے روح کا تعلق سے اس طرح قبر میں بھی سلامت رہتا ہے اور نہ صرف بدن سلامت رہتا ہے بلکہ اپنے متعلقہ لباس تک کو سلامت رکھتا ہے یہ بڑی عجیب بات ہے بعض پچھلے دنوں چند سالوں پہلے کا واقعہ ہے ہمارے گاؤں کے پاس قبرستان ہے صدیوں پہلے کا اور بہت بڑا وسیع رقبہ ہے قبرستان کا تو کئی پرانی قبریں معدوم ہوچکی ہیں وہ جب نئی قبر نکالنے کے لئے کھودتے ہیں تو نیچے سے آجاتی ہے قبر کسی نہ کسی کی تو جب ایک قبر کھودی گئی تو نیچے سے پتھر آگیا تو وہ لوگ اب پرواہ نہیں کرتے تو ایسا کرتے ہیں نیچے کوئی چیز تو ہوتی نہیں پتھر ہوتے ہیں تو پتھر ہٹایا تو نیچے تھوڑی بہت ہڈیاں کونے میں کر دیں تو مزید دوسرا دفن کردیا مدت ہوگئی وہاں کچھ نکلتا نہیں تو انہوں نے جب ایک پتھر سرکایا تو کوئی نہیں جانتا کہ کس زمانے کا آدمی کون دفن تھا لیکن اس کا کفن تک بھی تروتازہ تھا نہ صرف وجود بلکہ اس کا کفن بھی صدیوں پہلے کوئی نہیں جانتا یہاں کس کی قبر تھی کون دفن تھا کس زمانے کا تھا

یعنی روح کا تعلق وجود کے ساتھ اتنا مضبوط رہتا ہے

کہ وہ اپنے لباس یا اپنی متعلقہ چیز کو بھی سلامت رکھ سکتا ہے یہ وہ شہداء ہیں جو میدان کارزار میں جہاد میں شہید ہوتے ہیں اور شہید جو میدان جہاد میں ہوتا ہے یہ جہاد ایک ہنگامی ایک جذباتی شے بھی ہوتی ہے جب موقع بن جائے تو ایک عام آدمی جو کبھی قبلے کی طرف رخ نہیں کرتا وہ بھی اس میں کود پڑتا ہے ایک جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اس سے بالاتر وہ لوگ ہیں جن کی پوری زندگی ایک جہاد کا منظر پیش کرتی ہے کہ ان کا سونا جاگنا مرنا ہمیشہ اپنی خواہشات اپنی ضروریات کو قربان کر کے اللہ کے دین کے لیے اہل اللہ کا طبقہ ہے یہ جو صاحب حال لوگ ہوتے ہیں انکی ارواح اس سے مضبوط تر ہوتی ہیں ان کا تعلق اپنے اجسام سے اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے اس طرح تابعین تبع تابعین اور صحابہ ان سب کا درجہ بدرجہ مقام بڑھتا چلا جاتا ہے۔

حتیٰ کہ نبی علیہ السلام جو ہوتا ہے نبی کی موت موت کا تصور نہیں دلاتی اس لیے کہ نبی نہ اس دنیا میں دار ابتلا میں ہے نہ اس کی آزمائش ہو رہی ہے بلکہ اسے وہ قوت دی جاتی ہے کہ وہ خود آزمائشوں میں مبتلا ہی نہیں ہوتا بلکہ جو لوگ خود آزمائشوں میں مبتلا ہیں انہیں اس سے نکلنے کا راستہ بتانا یہ نبی کا فرض ہوتا ہے اور نہ یہاں سے جانے کے بعد وہ کسی انتظار میں ہے کہ اس کا حساب ہو گا۔ اور پھر پتہ چلے گا نبی کی زندگی جب سے روح اور جسم کا تعلق قائم ہوتا ہے وہ تعلق بڑھتا رہتا ہے اس میں کسی مقام پر بھی اس میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ اور انبیاء علیہ السلام کی موت ایسی ہوتی ہے کہ ان کا وہ تعلق ارواح کا جو دنیوی غذا حاصل کرنے سے دنیوی موسموں کے ساتھ دنیوی معاملات کے ساتھ جسم کے رشتے کا ہوتا ہے اسے ختم کر کے اس کا رخ جو ہے عالم برزخ کی طرف موڑ دیا جاتا ہے لہٰذا نبی کی موت جو ہوتی ہے اس وصال کے بعد نبی کو دنیاوی غذا کی ضرورت نہیں دنیاوی لباس کی ضرورت نہیں دنیا پہ رہنے کی ضرورت نہیں دنیاوی دوا کی ضرورت نہیں دنیاوی محفلوں کی ضرورت نہیں لیکن زندہ یہ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا جس دن سے اس کے جسم اور روح کا تعلق قائم ہوا وہ ویسا ہی ہمیشہ ہوتا ہے یہ مقام صرف نبی کو نصیب ہوتا ہے۔

اس میں خصوصیت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں بھی کہ باقی سب انبیاء علیہ السلام کی شریعت ختم ہو چکی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بھی شریعت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فریضہ بھی کہ اللہ کی مخلوق کو اس دار ابتلا سے بہ سلامت پار کرنے کے لیے رہنمائی فرمائی اور جب تک یہ عالم قائم ہے تب تک ویسے کہ ویسا ہی ہے جس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے اور جو فریضہ تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی تو جو فریضہ تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدان بدر میں تھے تو جو فریضہ تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا جو فریضہ تھا جب عرب فتح ہو گیا جو فریضہ تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلطنت بنائی تو جو فریضہ تھا تاقیام قیامت وہ فریضہ ویسے کا ویسا ہی ہے۔ ہر آدمی کی نجات کے لیے وہی حکم ضروری ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا وہی عمل ضروری جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی اور انہی برکات کی ضرورت ہے جو بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسانی قلوب کو پہنچیں اور انہیں نور ایمان اور قوت عمل نصیب ہوئے۔ یوں تو ہر نبی علیہ السلام اس طرح زندہ ہوتا ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک سے صرف یہ فرق پڑا کہ وہ خوش نصیب تھے جنہیں رخ انور کو مادی آنکھوں سے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوتی تھی ان کی خوش قسمتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نمازوں کی قیادت فرماتے تھے ان کی خوش بختی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی فوجوں کے سالار تھے ان کی خوش نصیبی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کے معلم مفتی اور استاد تھے اور مادی آنکھوں سے انہیں دیکھنا مادی آنکھوں سے انہیں

چھونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں مادی طور پر بیٹھنا نصیب تھا ۔ وصال عالی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم چشم عالم سے پردہ فرما گئے ۔ لیکن حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا یہ تمام اہل سنت و الجماعت کا مسلک ہے اس میں جو لوگ اختلاف کرتے ہیں اپنی نادانی کی وجہ سے کرتے ہیں وہ بہت تھوڑے ہیں حیات النبی میں کسی امام کا کوئی اختلاف نہیں ہے ائمہ میں کوئی اختلاف ہے تو اس کی کیفیات میں ہے یہ جو آج اختلاف ہے یہ جہالت کی ساری کارستانی ہے نہ سمجھنے کی بات ہے ائمہ میں اگر ہے تو حیات النبی کی کیفیات کے بارے میں اور ان کی کسی کے پاس کوئی ایسی حد نہیں متعین کر سکے پس بڑی سیدھی سی بات ہے کہ چشم عالم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پردہ فرما گئے اس عالم کے بجائے حضور صلی اللہ علیہ برزخ میں تشریف رکھتے ہیں موسم غذا دوا جو ہے وہ برزخ کی ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب جو ہے نبوت کا اسی طرح قائم جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے پھر لوگوں کو ہدایت اس طرح پہنچ رہی ہے اور لوگ نور ہدایت اور انہی برکات کے طفیل جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پہنچ رہی ہیں ایمان پر قائم رہ سکتے ہیں اور عمل کرنے کی توفیق پا سکتے ہیں لہٰذا جمہور کا مسلک یہ ہے کہ روضہ اطہر کا وہی ادب ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دار دنیا میں تشریف رکھتے تھے حجرہ مبارکہ میں جب بیٹھے ہوتے تھے جو ادب و احترام تھا وہ بعینہ آج بھی ہو گا ۔

اس وقت ادب و احترام کا حال یہ تھا کہ ایک بدوی باہر سے تشریف لائے انہیں کام کاج بھی ہوتے تھے مال مویشی زمینداری تو اس کے پاس زیادہ وقت نہیں ہو گا اسے کچھ مسئلے بھی دریافت کرنے تھے کچھ تربیت بھی لینی تھی وہ کام چھوڑ کر آیا پتہ چلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے ہیں تو اس غریب کو چونکہ جلدی تھی در اقدس پر جا کر دو تین بار آواز دی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گذارش سنیئے باہر تشریف لایئے اللہ کریم نے سورہ الحجرات میں اس پورے واقعہ کو ارشاد فرمایا کہ فرمایا کہ اس میں عقل ہی نہیں دین سیکھنے کے لیے کام چھوڑ کر آیا غرض بھی وہی تھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب استراحت فرما تھے تو آواز دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں مخل ہونا اللہ کو پسند نہیں آیا ۔ اور اس لیے نہیں فرمایا کہ کام اللہ ہی کا کرنے آیا تھا لیکن جھڑکا ضرور فرمایا ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون اس میں عقل ہی نہیں ہے اس میں اتنی تمیز ہی نہیں ہے پھر آگے تہذیب بتائی کہ اس کا کام یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھ جاتا حتی تخرج الیہ جب آپ اپنی مرضی سے اس کی طرف متوجہ ہوتے تو اپنی گذارش پیش کرتا اس میں بھی علماء نے تخرج الیہ میں یہ فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور کام سے باہر نکلتے اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے تو اس آدمی کے لئے جائز نہیں تھا کہ آواز دے کہ متوجہ کرتا حتی تخرج الیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوچھیں کیوں بیٹھا ہے تو عرض کرے حضرت میرا یہ کام ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری یہ گذارش ہے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور طرف متوجہ ہو کر کسی اور سے بات کر رہے ہیں کسی اور وجہ سے باہر تشریف لائے ہیں تو باہر سامنے کھڑے ہوئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ میں مخل ہونا حرام ہے اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے ۔

اب آپ اندازہ فرمایئے کہ ان حدود وقیود کے ساتھ اگر کوئی وہاں ہنگا مشتی کرتا ہے ایک دوسرے کو دھکا دیتا ہے یا جسے انگریزی میں BEHAVIOUR کہتے ہیں یعنی اس کا جو وہاں عمل کرتا ہے اس کا اس طرح ہے جیسے کوئی عام جگہ ہے سامنے کوئی بھی نہیں وہ اپنے آپ کو اس طرح محسوس کرتا ہے تو رب جلیل نے اس

کے بارے میں بڑی سخت وعید فرمائی ہے فرمایا

لا ترفعوا اصوا تکم فوق صوت النبی ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت دھیمے نہایت مزے دار لہجے میں بات ارشاد فرماتے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا تو اس دھیمے لہجے میں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تو ساتھ کھڑا ہوا آدمی جس طرح سن رہا ہوتا تھا لاکھوں کا مجمع ہو تو آخری آدمی بھی اسی طرح سن رہا ہوتا ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی چلا کر بات نہیں کرتے تھے ۔ خطبہ حجتہ الوداع میں کم و بیش سوا لاکھ صحابہ حاضر تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی انداز سے خطبہ ارشاد فرمایا اور یہ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ پاس کھڑا ہوا خادم جس طرح سن رہا تھا آخری آدمی بھی بالکل اسی طرح سن رہا تھا بغیر کسی شور کے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اگر آواز بلند ہو جائے تو رب جلیل نے جب یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تو مخاطب جو لوگ تھے وہ تھے جو مکہ مکرمہ میں ایمان لائے جنہوں نے مشرکین مکہ کی ایذا برداشت کی وہ جنہوں نے ہجرتیں کیں جنہوں نے بدر واحد میں جانیں پیش کیں جنہوں نے ساری عمر خدمت کی انہیں ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر تم نے بھی آواز بلند کی ان تحبط اعما لکم جس طرح آپس میں بے تکلفی سے بیٹھتے ہو اس طرح بے تکلف ہو کر میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا تو میں تمہاری ساری نیکیاں تمہارے منہ پر دے ماروں گا ان تحبط اعما لکم میں تمہاری نیکیاں تمہارے منہ پر ماروں گا اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہجرتیں کیں جنہوں نے ایذائیں برداشت کیں جنہوں نے قربانیاں دیں جو مثالی مسلمان تھے اللہ کے جن کی اطاعت اللہ نے قیامت تک انسانیت پر واجب کر دی ۔

والذین اتبعوھم باحسان عجیب لوگ تھے کہ وہ نبی نہ تھے لیکن ان کی اطاعت فرض ہو گئی اس کے باوجود جو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہے اس کی حد یہ ہے کہ فرمایا تمہارے سارے مقامات سلب کر لوں گا ساری عظمتیں ملیا میٹ کر دوں گا ساری عبادتیں منہ پر دے ماروں گا ۔ فرمایا ۔

انتم لاتشعرون اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے گا یہاں مفسرین نے اس کا ایک ترجمہ اور بھی فرمایا ہے کہ یہ لاشعروں جو ہے یہ متعلق ہے رفع صوت سے یہ نہیں کہ تمہیں اعمال کے ضائع ہونے کا پتہ نہیں چلے گا یہ کہ غیر ارادی طور پر تمہیں پتہ بھی نہ چلے اور تمہاری آواز بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بلند ہو جائے تو سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اس لیے کسی نے کہا تھا ۔

ادب گاہ ہست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

میں ایک دوست کے پاس بیٹھا تھا جب شعر میں نے ہی پڑھ دیا تو وہ کہنے لگے اس نے غلط کہا ہے میں حیران ہوا کہ کیسے کہ شعر تو بڑا مزے دار ہے انہوں نے فرمایا نہیں اس کو ایسے پڑھا کرو

ادب گاہ ہست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید ابوبکر و عمر اینجا

جنید اور بایزید کی کیا حیثیت ہے تو واقعی انہوں نے جو اصلاح فرمائی وہ ان کے کہنے سے میری سمجھ میں آئی درست ہے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی بھاری تھی جب یہ آیت کریمہ اتری تو چھپ چھپ کر روتے تھے کہ پتہ نہیں میری ہی آواز بلند ہو گیا ہو گا ----

یہ بڑا احسان ہے رب کریم کا لیکن اللہ کریم توفیق دے یہاں کے آداب کا اس حد تک خیال رکھا جائے کہ میرا اپنا ذاتی مسلک یہ ہے کہ ہم یہاں جو چیز خریدتے ہیں جوتا کپڑا بھی اگر آپ کو پسند نہیں ہے تو اسے چھوڑ دیں لیکن اسے برا نہ کہیں کسی دکان سے آپ کوئی چیز لیتے ہیں تو آپ یہ نہیں یہ چیز خراب ہے آپ کہیں مجھے نہیں چاہیے اور لے لیں لیکن اسے خراب نہ کہیں اس لیے کہ وہ اس شہر میں ہے میں ایک دفعہ پڑھ رہا تھا بعض

لوگوں کے حالات تو ایک واقعہ میں نے پڑھا کہ کسی شخص نے کہہ دیا یہاں آیا ہوا تھا زیارت کے لیے کہ یہ بہت بے مزہ رہی ہے کہیں وہی خریدا ہو گا۔ واقعی اس کا مزہ شاید درست نہیں ہو گا ممکن ہو ایسا ہو یا اسے پسند نہ آیا ہو یا آدمی کے اپنے وجود میں ہوتا ہے بعض لوگوں کو کڑوی چیزیں بھی میٹھی لگتی ہیں بعض کو میٹھی بھی میٹھی نہیں لگتیں تو اس نے تنقید کی اور اس نے تحقیر کی کہ یہ بہت خراب ہی ہے یہاں اچھا ہی نہیں ملتا رات کو سویا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو یہ شہر چھوڑ دے اور پھر وہ وہاں رہ نہ سکا کہ تمہیں برا کہنے کا حق نہیں تھا چیز نہیں چاہیے نہیں لو۔

تو حرم کا یا روضہ اطہر کا ادب تو اپنی جگہ یہاں کی ہر چیز جو ہے وہ مقرب ہے یہاں کے لوگ ہوں یہاں کے درخت ہوں یہاں کی چیزیں ہوں تو اگر کوئی چیز نہ چاہیے تو آدمی نہ خریدے دوسری دیکھ لے تیسری دیکھ لے لیکن اسے برا نہ کہے یہ حد ادب ہے چہ جائیکہ کہ وہ بارگاہ عالی میں ادب کو ہاتھ سے چھوڑ دے یا مسجد میں خلاف ادب کوئی کام کرے اور اسی ادب کا تعلق اتباع شریعت سے ہے یہ ہندوؤں کی طرح کا رسمی ادب نہیں چاہیے کہ جائے تو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو اور واپس آئے تو الٹے قدموں سے آ رہا ہو۔ تکلفات کی ضرورت نہیں ہے اپنے آپ کو ان حدود کے اندر رکھنے کی کوشش کریں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین فرمائی ہیں۔ اس کی زبان سے اس کی آواز سے اس کے کردار سے جو لمحے یہاں بسر ہوں ان سے ظاہر ہو کہ اسے احترام ملحوظ خاطر ہے روضہ اطہر پر جائے تو معودب ہو کر صلواۃ و اسلام پیش کرے اور بغیر کسی اختلاف کے اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ روضہ اطہر پہ کھڑے ہو کر جو درود پیش کیا جاتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں اور روئے زمین پر کہیں بھی درود پڑھا جائے تو فرشتے متعین ہیں جو وہاں سے صلواۃ والسلام لے کر بارگاہ عالی میں پیش کر دیتے ہیں۔ تو جس قدر ہو سکے زیادہ سے زیادہ درود پڑھا جائے صلواۃ و السلام پڑھا جائے جتنا زیادہ وقت نصیب ہو حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر کریں جتنی زیادہ عبادت ہو سکے کریں جتنے زیادہ مراقبات ہو سکیں کریں جتنی

زیادہ تلاوت ہو سکے کریں اور جتنی زیادہ دعائیں ہو سکیں وہ کریں کہ کسی کے پاس زندگی کی سند نہیں ہے لمحے جو بیت جاتے ہیں انہیں دہرانا یا بار بار پانا یہ آسان نہیں ہوتا

معمورہ عالم میں کتنے ایسے لوگ تھے جو سفر حیات میں ہم سے پہلے تھے اب بچھڑ گئے ہمارے ساتھ تھے بچھڑ گئے ہم سے بعد انہوں نے دنیا میں قدم رکھا آج نہیں ہیں۔

تو آج یہ ہماری گذارشات جو ہیں وہ اسی ضمن میں

ہیں کہ یہاں سب سے بڑا ضروری کام حرمین شریفین کی حاضری میں مکہ مکرمہ میں بھی اور مدینہ منورہ میں خصوصاً چونکہ یہ توہین یا بے ادبی ہو جاتی ہے اس کی توبہ بہت مشکل ہوتی ہے ہر گناہ کی توبہ اس کی نسبت آسان ہے یہ ایسا جرم ہے کہ یہ توفیق توبہ کو بھی سلب کر لیتا ہے اور صرف یہاں نہیں دور دور روئے زمین پر جو لوگ بھی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں ان کا بہت برا حشر ہوتا ہے توبہ کی توفیق بھی سلب ہو جاتی ہے اس لیے اللہ سے توفیق ادب طلب کرنا چاہیے دین سارے کا سارا ہی ادب ہے یوں تو اول اس کی اتباع بھی ادب ہے اور اس کی انتہا بھی ادب ہے ادب سے شروع ہوتا ہے اور ادب ہی اس کی آخری منزل بھی ہے

سالانہ خریدار

جن حضرات نے اس محرم یا اس کے بعد سالانہ چندہ ادا کر دیا ہے اور اب تک ان کے نام المرشد جاری نہیں ہوا وہ ہمیں فوراً اپنا نام و پتہ اور خریداری نمبر لکھ کر اطلاع دیں تاکہ ان کے نام رسالہ جاری کر دیا جائے

حضرت عبدالرحمٰن جامی

تحریر: محمد ایاز خان

حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۶ شعبان ۸۱۷ ھ کو حدیدہ جام میں پیدا ہوئے حضرت نظام الدین احمد دشتی" جو فرود زمانہ کے ہاتھوں تنگ آ کر اصفہان کے محلہ دشت سے ترک سکونت کر کے ولایت جام میں آ کر مقیم ہو گئے تھے اور قضاو فتویٰ کا کام سنبھال لیا تھا ایک روز جب نماز سے فراغت پانے کے بعد گھر تشریف لے گئے تو بیٹے حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی" کی ولادت کے مژدہ جانفزا نے ان کا استقبال کیا فرزند ارجمند کا معصوم چہرہ دیکھا تو پیشانی سے نور معرفت چھلکتا ہوا نظر آیا دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔

حصول علم و دانش کی بنیادی شرائط ' شوق ' ثابت قدمی ' پابندی اور تنظیم میں جو حضرت نور الدین علامہ عبدالرحمٰن جامی" میں بچپن سے ہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں علاوہ ازیں ذہانت و فطانت قوت حافظہ وغیرہ بھی آپ" کی ہر کاب تھیں۔ جس کی وجہ سے آپ نے اکتساب علم کے سلسلہ میں کبھی سہل پسندی سے کام نہیں لیا اور ہمیشہ خود کو سیکھنے کے مقام پر رکھا یہی وجہ ہے کہ اکسٹھ سال کی عمر میں جب آپ روضہ نبوی کی زیارت عظیمہ کرنے کے بعد ملک شام روانہ ہوئے اور پینتالیس دن دمشق میں قیام فرمانے کے دوران قاضی القضاہ اور محدث حضرت قاضی محمد خیضری رحمتہ اللہ علیہ سے سند حدیث حاصل کی ' ابھی آپ چھوٹی عمر ہی کے تھے کہ والد ماجد حضرت علامہ نظام الدین احمد دشتی کے ہمراہ ہرات تشریف لے گئے اور مدرسہ نظامیہ میں قیام پذیر ہوئے وہاں آپ نے جنید اصولی سے علوم عربی پڑھے حضرت خواجہ علی سمرقندی سے طریقہ مطالعہ سیکھا حضرت نور الدین علامہ عبدالرحمٰن جامی حنفی مذہب تھے حنفی مذہب میں آپ عارف کامل تھے علوم ظاہری اور باطنی میں بڑے ماہر تھے ' ماوراء النہر و خراسان کے امام و پیشوا تھے سلطان حسین مرزا کو آپ سے کمال خلوص اور عقیدت تھی حضرت علامہ عبدالرحمان جامی حضرت خواجہ سعد الدین کاشغری کے معتبر مرید تھے جس وقت اپنے پیر مرشد حضرت خواجہ سعد الدین کاشغری کے پاس پہنچے تو پیر کامل حضرت خواجہ سعد الدین کاشغری نے فرمایا کہ آج ہمارے چنگل میں ایک شہباز پھنسا ہے۔ لیکن سامعین پر یہ بھید آشکارانہ ہوا مگر جب حضرت عبدالرحمٰن جامی نے حاضر خدمت ہو کر اپنا ہاتھ آپ کی دست مبارک میں دیا تو پھر حضرت مخدوم خواجہ کاشغری کے الفاظ کا مفہوم واضح ہوا تھوڑی ہی دیر میں حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی نے اپنے خلوص عشق اور معیت کی وجہ سے بہت سے روحانی مدارج طے کر لیے جو عام لوگوں کو طویل مجاہدے وریاضت کے بعد نصیب ہوتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن جامی کا جن بزرگان دین اور اولیاء کرام سے واسطہ و ملاقاتیں رہتی تھیں ان میں سر فہرست حضرت خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ بھی ہیں ابھی حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی پانچ برس کے تھے کہ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ حجاز جاتے ہوئے جام سے گذرے تو آپ کے والد گرامی عقیدت مندوں کے ہمراہ ان کی زیارت کو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن جامی کو بھی کندھوں پر اٹھا کر حضرت خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کرائی گئی تو حضرت خواجہ محمد پارسا آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور مٹھائی عنایت فرمائی اس واقعہ کو ساٹھ سال گذرنے کے باوجود حضرت خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ کا جمال پر انوار حضرت عبدالرحمٰن جامی کے ذہن

میں نقش تھا ۔ فرمایا کرتے تھے کہ شاید خاندان خواجگان سے تعلق و اعتقاد و محبت انہیں کی نظر رحمت کا نتیجہ ہے ۔

حضرت مولانا فخر الدین نور ستانی اور حضرت خواجہ برہان الدین ابونصر پارسا سے بھی آپ کی میل ملاقات اور محبت تھی حضرت جامی فرماتے ہیں ایک دن میں جغادے گاؤں میں حضرت شیخ بہاؤ الدین عمر سے بہ غرض ملاقات گیا حضرت شیخ بہاؤ الدین عمر کا یہ طریقہ تھا کہ جو بھی شہر سے آتا اس سے دریافت فرماتے کہ شہر کی کیا خبر ہے جب مجھ سے دریافت فرمایا تو عرض کیا کچھ بھی نہیں پھر حضرت شیخ نے دریافت کیا کہ راستے میں کیا دیکھا میں نے وہی پہلا سا جواب دیا تو حضرت شیخ بہاؤلادین عمر نے ارشاد فرمایا جو کوئی بھی درویش کے پاس آئے تو اسے ایسے ہی آنا چاہیے نہ تو اسے شہر کی خبر ہو اور نہ راستے میں کسی چیز کی طرف دھیان دے علاوہ ازیں آپ کی حضرت خواجہ شمس الدین محمد کو سوی" حضرت مولانا جلال الدین یورانی اور حضرت مولانا شمس الدین محمد ارسد" سے بھی قریبی تعلقات تھے اور یہ کیسی حسن و خوبی کی بات ہے کہ دنیا میں جتنے بھی بزرگان دین یا اولیاء اللہ ہوئے ہیں ان کا آپس میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا اور باوجود مختلف سلاسل سے تعلق رکھنے کے وہ ایک دوسرے کے ساتھ شیرو شکر تھے اور جتنی اشاعت دین ان بزرگوں کے ذریعے ہوئی ہے اتنی سعادت کسی اور کے حصے میں نہیں آئی حضرت عبدالرحمان جامی نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سے بھی فیض حاصل کیا حضرت خواجہ عبید اللہ اصرار کو آپ سے بڑی عقیدت تھی وہ حضرت علامہ عبدالرحمان جامی کا بڑا احترام کرتے تھے کہ خراسان میں یہ آفتاب ہیں

۔

فیض و برکت اور علم و عرفان حاصل کرنے کے لیے بزرگان دین اکثرو بیشتر سفر اختیار کرتے ہیں مردان حق کی سعیت سے سرفراز ہوتے ہیں جب تک وہ مبتدی ہوتے ہیں تو ان کا مقصد تحصیل علم اور سلوک کی منازل طے کرنا ہے اور جب مقام منتہی پر فائز ہوتے ہیں تو پھر اس لیے سفر اختیار کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ نے جو انعامات عطا فرمائے ہیں انہیں اللہ کے بندوں میں تقسیم کر دیں تا کہ وہ بھی واصل باللہ ہو جائیں لہٰذا حضرت عبدالرحمان جامی رحمتہ اللہ علیہ بھی اپنی زندگی مبارک میں ہرات ۔ سمرقند خراسان ۔ حجاز ۔ حمدان ۔ کردستان ۔ بغداد ۔ کربلا ۔ نجف ۔ مکہ معظمہ ۔ مدینہ منورہ ۔ دمشق حلب ۔ تبریز ۔ نیشا پور ۔ سبزوار ۔بسطام ۔ شام ۔ اور دامغان تشریف لے گئے ۔ ہرات کے اکثر لوگ ہفتہ کے دن آپ کی زیارت کے لیے جاتے تھے اور فیوض برکات کی دولت سے مالا مال ہوتے تھے حضرت عبدالرحمٰن جامی کبھی علم ظاہری اور کبھی شعر وشاعری کے لباس میں ہوتے اور کسی وقت بھی آپ قلبی ذکر پاس انفاس سے فارغ نہیں رہے ۔ علم میں بھی حضرت عبدالرحمٰن جامی بحرو زخار تھے حق تعالیٰ نے آپ کو نفس قدسی عطا فرمایا تھا ۔ اور آپ پر ابتدا سے انتہا تک کمال عشق و جذبہ محبت رہا ہے آخر وقت میں سوائے عشق الٰہی کے اور کسی چیز کی طلب نہ تھی اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کو ایسی طبیعت اور سمجھ عطا فرمائی تھی لوگوں سے بہت کم ملتے ۔ نہایت نرم لہجہ اور دل چسپ گفتگو ہوتی ظرافت آمیز اور حکیمانہ جملے بولتے آپ کی تصانیف کی تعداد تقریباً ۴۴ ہیں ' شواہد النبوت ' نفحات الانس ' مختاں خواجہ محمد پارسا ' اشعۃ اللمعات ' مثنویات ہفت ورنگ یوسف زلیخا اور منشات جامی زیادہ مشہور ہیں آپ کے کلام میں فصاحت و بلاغت اور سوز و گداز بھرا ہوا ہے ۔

حضرت علامہ نور الدین عبدالرحمٰن جامی کی عمر مبارک اکیاسی سال تھی وفات حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ کی وفات کے تین سال بعد ۸۹۸ ھ کو اٹھارہ محرم الحرام جمعتہ المبارک کے دن ہوئی ۔ حضرت علامہ نور الدین عبدالرحمٰن جامی کا مزار مبارک خیابان ہرات میں واقع ہے اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ سعد الدین کاشغری رحمتہ اللہ علیہ کے پہلو میں آسودہ حال ہیں ۔

داخلہ

صقارہ اکادمی

دارُالعرفان مُنارہ۔ چکوال

اللہ کے فضل وکرم سے ہم نے ترّقی کا سفر جاری رکھّا ہے!

★ ۱۹۸۸ء میں راولپنڈی بورڈ کے جنرل سائنس گروپ میں میٹرک کے امتحان میں اوّل اور دوئم پوزیشن حاصل کی۔

★ ۱۹۸۹ء میں ہمارے طلبہ نے بورڈ میں پہلی تینوں پوزیشنیں حاصل کیں۔

★ اور اب ۱۹۹۰ء میں بھی مسلسل تیسری مرتبہ راولپنڈی بورڈ میں پہلی اور دوسری پوزیشن صقارہ اکادمی نے حاصل کرکے "چکوال ایسوسی ایشن" کی طرف سے گولڈ میڈل، شیلڈ اور ٹرافی حاصل کی۔

آٹھویں کلاس میں داخلے کیلئے درخواستیں مطلوب ھیں؛

داخلہ کا پروگرام حسبِ ذیل ہے۔

درخواستیں بھیجنے کی آخری تاریخ ________ ۱۱ر جنوری ۱۹۹۱ء

انٹرویو/ٹیسٹ (اُردو، اسلامیات، انگریزی، حساب) ________ ۱۷ر جنوری ۱۹۹۱ء

نتیجہ داخلہ ________ ۱۸ر جنوری ۱۹۹۱ء

داخلہ ________ ۱۵ تا ۲۰ر جنوری ۱۹۹۱ء

(نوٹ)

○ امیدواروں کا ۱۷ر جنوری ۱۹۹۱ء تک اکیڈمی میں پہنچنا ضروری ہے۔

○ ٹیسٹ ۱۷ر جنوری ۱۹۹۱ء کو دو بجے دوپہر شروع ہو جائے گا۔

○ پراسپیکٹس حاصل کرنے کے لیے مبلغ ۲۵ روپے کا پوسٹل آرڈر/ڈرافٹ (اندرون مُلک) اور بیرون مُلک کیلئے -/۵۰ روپے کا پوسٹل آرڈر/ڈرافٹ بنام صقارہ اکیڈمی مسلم کمرشل بنک منارہ چکوال روانہ فرمائیں

صقارہ اکیڈمی، دارُالعرفان، مُنارہ، چکوال

لطائف و نفس

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان :

اسلام اگر ہمیں کم سے کم لفظوں میں بیان کرنا پڑے تو ایک مختصر سے جملے میں اسلام کو ہم اس طرح سے بیان کر سکتے ہیں کہ اللہ کی محبت میں اپنی خواہشات اور اپنی رائے سے دستبردار ہو جانا اور اللہ کریم سے ایسا تعلق ہی سارے کا سارا اسلام ہے

حضرت" بارہا فرمایا کرتے تھے کہ سارے قرآن حکیم کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں موجود ہے اور سورہ فاتحہ کا سارا خلاصہ ایک آیت میں موجود ہے بسم اللہ الرحمان الرحیم اور اسی کا ماحاصل بھی بسم اللہ کی با میں موجود ہے یہ با تلس کی ہے مخلوق سے کٹ کر خالق سے جڑ جانا یہ سارا اسلام کا مفہوم ہے ماحاصل ہے

بندے کے لئے اللہ کریم سے اس قدر قریبی تعلق کیسے ممکن ہو بندہ تو بندہ ہے مخلوق ہے اس کی ساری طاقتیں اس کا ذہن اس کی نگاہ اس کی گویائی اس کی حس جو ہے محسوس کرنے کی یہ ساری مخلوق ہیں ان سب کی ایک حد ہے اس حد سے آگے نہیں بڑھ سکتیں اور اللہ کی ذات حدود سے وریٰ الوریٰ ہے جس چیز کو حد میں قید کیا جا سکتا ہے جس کی کوئی بھی حد معین کی جا سکتی ہے وہ چیز مخلوق ہو سکتی ہے خالق نہیں جو چیز بھی میرے اور آپ کے اس ذہن میں آ سکتی ہے خیال میں آ سکتی ہو دنیا کے کسی پیمانے سے ناپی جا سکتی ہو اس کے لئے جہاں کہیں بھی کوئی حد معین کی جا سکتی ہے تو جہاں حد آ جائے گی جو چیز محدود ہو جائے گی وہ حادث ہو گی فانی ہو گی مخلوق ہو گی خالق کی عظمت اس سے وریٰ الوریٰ ہے انسان جب اسے دیکھ نہیں سکتا انسان جب اس کی مثال بیان نہیں کر سکتا انسان جب اس سے بات نہیں کر سکتا ذات کی نسبت ویسے نہیں تھی خصوصیات اور اوصاف میں بھی کوئی نسبت نہ رہی تو محبت کے لئے تو کوئی نسبت چاہیے کوئی تعلق چاہئے کوئی اس کا سبب اور باعث چاہئے کوئی بیس کوئی گراونڈ چاہئے کوئی کس بات پر محبت کرے اس بات پر محبت کرے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں جسے مجھے سمجھ نہیں آتا تو یہ تو بڑی عجیب بات ہے یہ کیسے ممکن ہے سمجھے گا نہیں، جانے گا نہیں، دیکھے گا نہیں تو محبت کیسے کرے گا

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی" نے وما ابری نفسی انّ النفس لامارۃ بسوء کے موضوع پر اس آیت کریم کے تحت لکھا ہے کہ یہ نفس امارہ بسوء جو ہوتا ہے یہ وہ شے ہے جو عناصر اربعہ کے ملنے سے ظہور پذیر ہوتی ہے انسان کا جو وجود ہے جس میں اربعہ عناصر ہیں آگ مٹی ہوا اور پانی ان کے ملنے سے ایک شے وجود پذیر ہوتی ہے اسے نفس کہتے ہیں یہ نفس حیوانی کہلاتا ہے لیکن وہ فرماتے ہیں انسان صرف نفس حیوانی کا نام نہیں ہے اس نفس حیوانی کے ساتھ عالم امر کے لطائف ملائے جاتے ہیں من جانب اللہ قلب اور روح وغیرہ جن لطائف کا مقام عرش سے بالاتر ہے عالم امر ہے عالم امر جو ہے وہ دائرہ تخلیق سے بالاتر ہے یعنی جہاں تخلیق اور مخلوق کی حدود ختم ہو جاتی ہیں اس سے آگے جو دائرہ شروع ہوتا ہے اسے عالم امر کہا جاتا ہے

پھر فرماتے ہیں نفس امارہ جو ہوتا ہے وہ عناصر اربعہ کے ملنے سے جو نفس حیوانی بنتا ہے اس کا غلبہ اگر انسان

پر ہو تو آگ کا اثر پیدا ہوتا ہے اس میں غضب، کبر بڑائی اور شہوات پیدا ہوتی ہے یہ آگ کا اثر ہوتا ہے انسان میں ضلالات اور خباثت جو پیدا ہوتی ہے وہ اس کے نفس اور خمیر میں مٹی کا اثر ہوتا ہے جہاں وہ غالب ہوتا ہے وہاں انسان خطا اور ضلالت دکھاتا ہے اس میں بے صبری، تلون مزاجی ہوا و غرض اور لاانتہا خواہشات کا جو سلسلہ پیدا ہو جاتا ہے یہ ہوا کا اثر ہوتا ہے یہ چاروں عناصر اپنی اپنی خصوصیات کی طرف اسے کھینچتے ہیں یہ کبھی اس خانے میں ہوتا ہے کبھی اس خانے میں ہوتا ہے

لطائف عالم امر سے تعلق ہیں اور مخلوق کی حدود سے بالاتر ہیں وہ لطائف ربانی ہیں اور ان کی اصل کیا ہے وہ اللہ کا امر ہے جس طرح روح کی اصلیت کے بارے کہہ دیا گیا قل الروح من امر ربی روح اللہ کے امر سے متعلق ہے اس سے آگے امر کیا ہے امر اللہ کی صفت ہے اور اللہ کی نہ ذات مخلوق ہے نہ اس کی صفات مخلوق ہیں تو یہ لطائف بھی اس کی ذات کا پرتو ہیں یا جو بھی ہیں متعلق عالم امر سے ہیں اور انسان کے اس نفس کے ساتھ آمیزہ بنا دیا جاتا ہے اب ان میں جان پیدا ہوتی

کندھ کوٹ (ضلع جیکب آباد) سندھ

میں

خیراتی ہسپتال کا منصوبہ

الفلاح فاؤنڈیشن نے کندھ کوٹ (ضلع جیکب آباد) کے مقامی افراد کے تعاون سے خیراتی ہسپتال بنانے کا منصوبہ بنایا ہے یہ ضلع میں دوسرے نمبر پر ایک بڑی تحصیل کا صدر مقام ہے جہاں کی بڑی آبادی بلوچ قبائل پر مشتمل ہے جو ناخواندہ اور معاشی لحاظ سے نہایت پسماندہ زندگی گزار رہے ہیں کندھ کوٹ شہر کی حالت یہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد بہت کم ہندو یہاں سے ہندوستان منتقل ہوئے ہیں یہاں کے ہندو معاشی اعتبار سے نہایت طاقتور ہیں ضلع کا پورا کاروبار ان کے ہاتھوں میں ہے۔ حتیٰ کے وہاں کے زمیندار ان کے ہاں گروی ہوئے ہیں یعنی ان کے مقروض ہیں یہاں کے مسلمان جن کا تعلق زیادہ تر متوسط طبقہ سے ہے کوئی رفاہی کام نہیں کر سکتے مسلمانوں کی علمی اور معاشی پسماندگی کی وجہ سے ان کی اولاد بھی ہندوؤں کی سازشوں کا شکار ہو رہی ہے۔ یہ لوگ علیحدگی پسند تحریکوں کو مالی طاقت فراہم کر رہے ہیں ان حالات میں الفلاح فاؤنڈیشن یہاں خیراتی ہسپتال بنانے کا ارادہ رکھتی ہے مخیر حضرات اس سلسلے میں رابطہ قائم کریں۔

الفلاح فاؤنڈیشن

۲۱۔ فسٹ فلور مال پلازہ دی مال راولپنڈی صدر
(رقوم ڈرافٹ وغیرہ کے لئے پی ایل ایس ۱۰۶۸ مسلم کمرشل بنک منارہ ضلع چکوال)

ہے نور ایمان سے نبی اور رسول کی بعثت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو نبی نصیب نہیں ہوتا نبی کا زمانہ نصیب نہیں ہوتا نفس حیوانی اپنا کام کرتا رہتا ہے یہ کھاتے بھی ہیں پیتے بھی ہیں چلتے بھی ہیں پھرتے بھی ہیں جاگتے بھی ہیں سنتے بھی ہیں بتاتے بھی ہیں دنیا کے سارے کاروبار کرتے ہیں حکومتیں کرتے ہیں جنگیں کرتے ہیں تحقیقات کرتے ہیں سائنس میں اور مختلف موضوعات پر لیکن ان کی ساری سوچ محدود ہوتی ہے دائرہ تخلیق میں ان کی ساری تحقیقات کا مرکز ہوتی ہے مخلوق اور ان کی ساری سوچ اور ان کی ساری پہنچ ہوتی ہے دائرہ تخلیق کے اندر اندر

جب نبی مبعوث ہوتا ہے تو نبی جو بات بھی شروع کرتا ہے وہ دائرہ تخلیق سے اوپر اور خالق کے متعلق ہوتی ہے سب سے پہلے جملہ ہی وہ کہتا ہے کہ الا تعبدو الا اللہ یعنی بندے کو پہلے جملے میں وہ اللہ سے آشنا کرتا ہے

اور یہی آشنائی ان لطائف میں روشنی نور یا زندگی پیدا کر دیتی ہے جب وہ لطائف منور ہوتے ہیں اور وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ وہ نفس حیوانی پہ غلبہ پا سکیں تو پھر اس کے رذائل اور جو اس کی کمزوریاں ہیں وہ جانا شروع ہو جاتی ہیں اور اس میں اللہ جل شانہ کی معرفت یا پہچان اس طرح سے آنا شروع ہو جاتی ہے کہ وہ دیکھ نہیں سکتا لیکن وہ دیکھتا ہے اس پر وحی نہیں آتی لیکن وہ اللہ کی بات سنتا ہے وہ کر نہیں سکتا لیکن اللہ سے بات کرتا ہے یہ عجیب بات ہے بلکہ رب جلیل فرماتے ہیں کہ بندہ اس کے اعضا و جوارح اس کی حرکات و سکنات اس کی اپنی نہیں رہتی اس کے ہاتھ میں بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اس کے پاؤں میں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اس کی نگاہ میں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اس کے کان میں بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اس کا مفہوم یہی ہے کہ وہ لطائف عالم امر جو ہیں وہ گویائی شنوائی اور یہ تمام خصوصیات جو ہیں وہ حاصل کر لیتے ہیں یہ دولت جب انسان کو نصیب ہوتی ہے تو وہ اس درجے میں ہوتا ہے کہ اگر اس کی مادی آنکھ نہیں بھی دیکھ رہی تو وہ اللہ کو دیکھ رہا ہوتا ہے اس کی مادی عقل اللہ کے وجود کو تسلیم کرتی ہے یا نہیں وہ کبھی اپنے آپ کو اللہ سے جدا پا نہیں سکتا اسے کسی مادی دلیل کی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ وہ ہر آن اپنے رب کو اپنے پاس محسوس کرتا ہے تب جا کر وہ اپنے رب سے محبت کرنا سیکھتا ہے

یہ ایک عمل ہے طریقہ تربیت ہے ایک طریقہ تعلیم ہے اس طریقے سے اس تربیت سے کسی کو گزر نصیب ہو تو اسے محبت کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے یہ کوئی ایسی عام بیماری نہیں ہے کہ جاتے جاتے ہو جائے محبت کرنے کے لئے بھی اور محبت کو پانے کے لئے بھی بہت سے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے وہ جو شاعر نے کہا ہے

کہ تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر
سر کٹانے کی تمنا ہے تو سر پیدا کر

تو محبت کے لئے بھی ایک استعداد چاہئے آدمی بعض اوقات اپنی فطری کمزوری کے باعث پھسل جاتا ہے خطا کرتا ہے گناہ کرتا ہے اور وہ خصوصیات جو نفس حیوانی کی ہیں اس پر غالب آ جاتی ہیں شہوت غصہ کبر حسد بخل لالچ اور یہ چیزیں مانع ہو جاتی ہیں ان لطائف کے غلبے ان کی برکات کے حصول میں تو رب جلیل نے اس کا عجیب اہتمام فرمایا

کتنا کریم ہے اسے ہماری محبت کی ضرورت نہیں ہے ہم اس سے محبت کریں یا نہ کریں اس کی ذات کو فرق نہیں پڑتا لیکن ہمیں اس کی محبت کی ضرورت ہے

اس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت
اس کی تو مخلوق اتنی ہے کہ کوئی گن نہیں سکتا لیکن
ترک تعلق کرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے

ہم اگر چھوڑ دیں تو اس جیسا کوئی ہمیں نہیں مل سکتا ہم سے کروڑوں تو بھلے اور بہتر اسے اس کی بارگاہ میں سربسجود ہیں وہاں تو انبیاء و رسل تک سربسجود ہیں وہاں تو فرشتے اور ملائک سربسجود ہیں وہاں تو ارض و سماء سربسجود ہے وہاں تو ساری کائنات اس کے دروازے پہ

دست بستہ کھڑی ہے اسے کیا فرق پڑتا ہے ہم مان رہے ہیں یا نہیں مان رہے محبت کر رہے ہیں یا نہیں کر رہے لیکن اس سے محبت کرنا ہی ہماری تخلیق کا مقصد اور ہماری منزل ہے اگر ہم اس کی محبت کو نہ پا سکے تو ہم نے اپنی منزل کھو دی اور وہ مسافر جو منزل کا راستہ کھو دے چلتا بھی ساری عمر رہے تو سوائے ذلت اور خسارے کے اس کے حصے میں کچھ نہیں آئے گا سوائے مصیبتوں اور پریشانیوں کے اسے کچھ نہیں ملتا تو انسان تو فطرتاً کمزور ہے رب کریم اس کا خالق ہے اس کی کمزوریوں کا بھی خالق ہے اور اس کا جاننے والا ہے تو پھر اس نے اتنی مشکل آزمائش سے اس غریب کو دوچار کر دیا جاتا تھا کہ یہ مشت غبار ہے اس سے اتنا بوجھ نہیں اٹھایا جائے گا تو گھبرا کر کسی نے کہا تھا

کہ درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ایں
بازی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

کہ بار الہ میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک تختے پر مجھے سمندر کے درمیان پھینک کر فرماتا ہے کہ خبردار کپڑے گیلے نہ ہوں چھینٹیں نہ پڑ جائیں وہ کیسے بچ سکتا ہے لیکن ایسی بات نہیں ہے اس حضرت کو بڑا دھوکا لگا ہے اس نے ہاتھ پاؤں باندھ کر نہیں ڈالا بلکہ اس نے اتنا بڑا وسیلہ ہر شخص کو دے دیا ہے ہر انسان کے لئے اس میں طوفان میں کشتی نوح علیہ السلام کا سامان کر دیا ہے بلکہ اس سے بہت بہتر کروڑوں گنا زیادہ مضبوط کروڑوں گنا زیادہ محفوظ سامان کر دیا ہے اور وہ سامان ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نمازیں یہ روزے یہ عبادتیں اس سے اللہ کریم کیا مکان بناتا ہے اس سے کیا ملتا رب جلیل کو کیا ہو گا ہم سجدے کریں یا نہ کریں تو کیا بگڑے گا

ساری عبادات کا ماحاصل یہ ہے کہ نفس حیوانی کا غلبہ کمزور ہو اور لطائف ربانی میں قوت پیدا ہو اور وہ اتنا کریم ہے کہ اس نے چھوڑا نہیں اس نے کہا تم دن میں پانچ مرتبہ ہر مسلمان میرے سامنے کھڑے ہو کر میرے ساتھ روبرو گفتگو کرو تو میرا پرتو جمال تمہارے دلوں کو سیراب کرے گا اب یہ ہم پر ہے کہ ہم اس سے گفتگو کرتے ہیں یا ہم صرف ایک پریکٹس کرتے ہیں ہم صرف ورزش کرتے ہیں ہم صرف اٹھک بیٹھک کرتے ہیں یا ہم واقعی اس سے گفتگو کرتے ہیں یہ تو ہم پہ ہے اس نے تو اپنا دروازہ کھلا چھوڑ دیا اس نے انسانی ضروریات کا حل یہ نکالا کہ تم سال میں ایک خاص مہینہ ہر ضرورت کو عملاً میرے حکم سے اس طرح وابستہ کر دو کہ حرام کو رہنے دو حلال چیزوں سے اور جائز امور میں بھی رک جاؤ اس وقت تک ایک خاص وقت سے لے کر دوسرے خاص وقت تک

آپ جانتے ہیں ہر ادارہ جو تربیت کرتا ہے وہ کتنی پریکٹس کرواتا ہے کسی بھی کام کی جو وہ سکھانا چاہتا ہے سائنس پڑھانا چاہتا ہے تو لیبارٹری میں وہ کتنے تجربات کرواتا ہے اگر نشانہ بازی سکھانا چاہتا ہے تو کتنے کارتوس فائر کراتا ہے اگر کوئی فوجی ادارہ جنگ کروانا چاہتا ہے تو وہ کتنی تربیت دیتا ہے لڑائی کی اس سارے کا حاصل کیا ہوتا ہے کہ ضرورت پڑنے پر یہ شخص ثابت قدم رہے ایسا نہ ہو کہ ہم نے فوج میں تو بھرتی کر لیا ہے لیکن یہ گولی کا دھماکہ محاذ پر جا کر نہ سن سکے ۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اسے سائنس کی لیبارٹری پر تو ملازم رکھ رہے ہیں لیکن یہ سائنس سے واقف تب ہو گا جب کسی چیز کی ضرورت پیش آ جائے گی

اللہ کریم نے بھی یہ سارے تجربات ہمیں دیئے ہیں کہ حلال اور جائز خواہشات سے بھی میری خاطر رک کر دیکھو تمہیں محبت نہ سہی تمہیں وہ عشق نہ سہی جو تمہیں میری نافرمانی سے روک سکے تمہارا میرے ساتھ وہ پیار نہ سہی جو میری نا فرمانی سے تمہیں روک سکے ارے تم بغیر پیار کے بھی رک کر تو دیکھو تو کیا ہو گا فرمایا اس مہینے میں میں نے یہ اثر رکھا ہے کہ اگر میری رضا کے لئے تم اس کا ایک روزہ رکھ لو تو بالغ ہونے سے لے کر وہ روزہ رکھنے تک جتنی خطائیں کر چکے تھے وہ میں معاف کر دوں گا

من قام رمضان ایماناً و احتساباً غفرلہ ماتقدم من ذنبہ

ایک روزہ بھی جس نے رکھا اس دن سے پہلے پوری زندگی میں جتنے گناہ وہ کر چکا تھا سب کی معافی کے لئے وہ کفایت کرتا ہے یعنی جتنی کوتاہیاں نفس حیوانی کر چکا تھا جتنا نقصان وہ پہنچا چکا تھا جتنا وہ لطائف عالم امر کو اپنے گناہوں کے نیچے دبا چکا تھا رب فرماتا ہے میں سب دھو دیتا ہوں ایک ایک رات کا اثر یہ ہے

یہ حدیث متفق علیہ ہے جس نے رمضان میں ایک رات کا قیام کیا علماء کے نزدیک عشاء با جماعت پڑھنا اور فجر با جماعت پڑھنا یہ رات کا قیام ہے اگر کوئی ساری رات کرتا ہے تو یہ نورٌ علیٰ نور ہے لیکن جس شخص نے عشاء کی نماز پالی اور فجر کی پالی اس نے رات قیام میں گزاری تو فرمایا ایک ایسا قیام لیکن احتساباً اس سے محبت نہ سہی میری محبت کو پانے کا جذبہ تو ہو اگر یہ کام بھی وہ رسماً کرے گا تو نہیں، رواجاً کرے گا تو نہیں، اسے محبت نہ سہی وہ میرا مجنون نہ سہی میرا طالب نہ سہی لیکن میری محبت کا طالب تو ہو

ایمان و احتساب کیا ہے کہ کم از کم محبت الٰہی کی طلب، تو اس میں ہو کہ اللہ میں روزہ اس لئے نہیں رکھ رہا کہ بھوکا پیاسا رہوں اس لئے نہیں رکھ رہا کہ راشن بچاؤں اس لئے نہیں رکھ رہا کہ لوگ مجھے روزہ دار سمجھیں بلکہ میں اس لئے رکھ رہا ہوں کہ اگر مجھ میں اہلیت نہیں ہے تو بھی تو مجھے اپنی محبت عطا کر دے

پھر وہ ایسا کریم ہے اتنی رحمتیں لٹائیں اس نے اتنی رحمتیں لٹائیں کہ انسان احاطہ نہیں کر سکتا حجاج بن یوسف متنازعہ فیہ شخصیت ہے تاریخ اسلام کی اس کے خلاف بھی لوگ لکھتے ہیں اس کے حق میں بھی لکھتے ہیں حق میں یہ ہے کہ اس شخص نے روئے زمین پر کفر کا ناطقہ بند کر دیا وہ وہ شخص تھا کہ ایک ہندو مہاراجے نے مسلمان یتیم بچوں کا جہاز لوٹا ایک مسلمان بچی کی فریاد پر اس نے برصغیر ہندوستان پر حملے کا اعلان کر دیا تھا اور اس نے برصغیر کو فتح کر کے دکھایا حالانکہ اس کی ساری افواج شمال مغربی محاذوں پر تھی دور دور منتشر تھیں لیکن اس نے شہروں میں منادیاں کرا کے نئی فوج بنا کر کہا تاخیر نہیں کروں گا اور واقعی اس نے ان قیدیوں کو سندھ کے حکمران کے قید خانے سے فتح کر کے، درخواست کر کے نہیں، فتح کر کے انہیں آزاد کرایا اتنا غیرت مند اتنا جری اتنا بہادر!

اس کے ساتھ ساتھ اسلام میں جو جو رسومات اور جو جو رواجات جڑ پکڑ رہے تھے ان کی بیخ کنی کرنے میں اس کا ثانی نہیں ملتا اور اسی معاملے میں اس سے غلطیاں بھی ہوئیں بعض لوگ واقعی نیک تھے جو اس کی لپیٹ میں آ گئے پھر وہاں کچھ اعتراض بھی کرتے ہیں اور فرشتہ کوئی بھی نہیں ہوتا خطا بھی ہو سکتی ہے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس سے بڑے ناراض رہا کرتے تھے ہم عصر تھے اور بہت خفا رہتے تھے جس دن اس کی وفات کی خبر ملی تو آپ کا جملہ یہ تھا کہ اس امت کا فرعون مر گیا اس قدر اس پر غضب ناک رہتے تھے پھر خبر دینے والے سے فرمانے لگے کہ تم اس مجلس میں اس کے گھر میں وہاں موجود تھے اس کی موت کا کوئی حال سنا سکتے ہو اس نے کہا کہ حضرت میں وہیں تھا اس کا مصاحب تھا موت کے وقت اس کی والدہ ابھی زندہ تھیں وہ اس کے سرہانے بیٹھی رو رہی تھیں اس نے کہا کہ امی لاکھوں لوگ میرے حکم پر میرے سامنے موت کے گھاٹ اتر گئے آج میری باری آگئی تو اس میں کوئی رونے کی بات تو نہیں ہے یہ تو ایک قدرتی امر ہے جو اپنا عمل پورا کرے گی اس نے کہا میں اس لئے نہیں روتی کہ تو مر کیوں رہا ہے میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ تیرے ذمے بڑے الزامات لگاتے ہیں کہتے ہیں بڑی زیادتیاں کی ہیں تو نے تو مرنے کے بعد تیرا کیا ہو گا

تو وہ کہنے لگا امی ایک بات بتاؤ اگر میرا رب میرا حساب تجھے سونپ دے تو میرے ساتھ کیا سلوک کرے گی اگر کاش ایسا ہو جائے میرا تو لخت جگر ہے ہزار کوتاہیاں لاکھوں قصور ہوں تو معافی کے علاوہ میرے پاس تو کچھ نہیں وہ کہنے لگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے

جتنا ماں بچے پر ہوتی ہے تو مجھے اس سے ناامید کرتی ہے

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے سن کر فرمایا کہ یہ بدمعاش وہاں بھی بچ گیا کہ کتنا ہوشیار آدمی تھا کہ یہ وہاں بھی بچ گیا

تو اصل سارا جو ماحاصل ہے اسلام کا وہ ہے میری آپ کی نسل انسانی کی وہ محبت وہ بھروسہ وہ پیار جو ہمیں ذات باری سے ہے اب یہ عجیب بات ہے اس کا کرم دیکھو ہمیں گھیر گھیر کر اور ایسے کاموں سے نکالتا ہے جن میں خواہ مخواہ محبت کا بھوت چمٹ جائے کیسا عجیب محبوب ہے کہ وہ زبردستی ہمیں اپنا عاشق بنانا چاہتا ہے کبھی کہیں دنیا میں کوئی ایسی ہستی کوئی ایسا کام کوئی ایسا واقعہ کبھی کوئی سوچ بھی سکتا ہے کہ کوئی یہ چاہے کہ میں ان لوگوں کو ایسی محبت اس لئے دے دوں کہ یہ اس میں جیت جائیں سرفراز ہو جائیں اپنی منزل کو پالیں اپنی اپنی شہرت کیلئے تو محبتیں بانٹنا الگ بات ہے اپنے حسن کے چرچے کرنے کے لئے کسی کو مفتون کرنا الگ بات ہے لیکن یہ۔ تو وہ محبوب ہے جسے نہ حسن کے چرچے کی ضرورت ہے نہ کسی کو مفتون کر کے اس نے کچھ حاصل کرنا ہے اسے خود کچھ بھی نہیں چاہئے ہماری ضرورت کے لئے ہمیں اپنی محبتیں دینا چاہتا ہے

ان بڑے بڑے گناہوں کا اس کی رحمت کے آگے آپ بند نہیں باندھ سکتے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی رحمت کو اس طرح دیکھو کہ زندگی بھر کسی شخص کی ایک تسبیح منظور ہو گئی اس نے ایک دفعہ کہا سبحان اللہ منظور ہو گیا یا ایک دفعہ کہا الحمد اللہ کوئی ایک تسبیح پوری زندگی میں منظور ہو گئی تو اس کی نجات کے لئے کافی ہے ہر طرح کے گناہوں کی کفالت کرنے کے لئے کافی ہے اس کے کرم کی تو کوئی انتہا نہیں آدمی سمجھ ہی نہیں سکتا یہ بار بار در پہ بلانا بار بار سجدے میں سر کا لے جانا بار بار وہ رکوع اور قیام کروانا بار بار تسبیحات پڑھوانا باوضو

ISLAMIC LAW OF TART

(اسلامک لاء آف ٹارٹ)

(از: ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی)

اسلامی قوانین پر ایک تحقیقاتی کتاب جس میں
قانونِ قصاص و دیّت پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے

مطبوعہ: دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری (ریسرچ سیل)
۲۵- نسبت روڈ لاہور

ہو جاؤ قبلہ رخ ہو جاؤ اللہ اکبر کہہ کر کائنات سے کٹ کر اس کی محبت میں اسیر ہو جاؤ اتنا کریم رب کہ اس سب کے باوجود اس نے اپنی رحمتوں کو مجسم بنا کر مبعوث فرما دیا

یہ سارے انداز کیا کم تھے محبت لٹانے کے کہ اس نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کو اپنی رحمتوں کا مجسم بنا دیا وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ کائنات کا ہر ذرہ جتنا چاہے دامن پھیلائے فرمایا آپ کی ذات میری محبتوں کی امین ہے

لیکن اتنا کریم اتنا مہربان اتنا بڑا بخشنے والا اس معاملے میں بہت بڑا حساس بھی ہے یہ بات بڑے غور سے سننے کے قابل ہے لٹاتا چلا گیا اپنی رحمتیں اپنی نوازشیں اپنے کرم بخشتا چلا گیا اپنے بندوں کو بغیر پوچھے بغیر جانے یہ جاننا اس نے گوارا ہی نہ فرمایا کہ تو نے کتنے گناہ کئے ہیں کون کون سے کئے ہیں اس تفتیش کے بغیر ہی بخشتا چلا گیا ایک روزہ ایمان اور احتساب سے رکھ لو ایک رات کا قیام کرلو فرمایا

لیکن جب بارہ گاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی ہوئی تو غیرت الٰہی گوارا نہیں کرتی سب سے نازک ترین پہلو ساری انسانیت کے لئے سب سے مشکل ترین لمحہ جو ہے کہ کوئی بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کا مرتکب ہو اب ذرہ اس پہلو کی نزاکت دیکھو فرماتا ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک تشریف لے گئے تو بہت شدید موسم تھا سخت گرمی تھی قحط سالی تھی نئے فصل پک کر تیار کھڑے تھے ضرورت بھی تھی پھر بہت بڑی طاقت تھی جس کے مقابلے کے لئے جانا تھا دنیا کی ایک سپر پاور تھی تو کچھ لوگ جن کے دلوں میں وہ محبت پیدا نہیں ہو سکی تھی جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں اپنی خواہشات چھوڑ نہیں سکتے تھے انہوں نے یہ سوچا کہ جان بچائی جائے اور وہ نہیں گئے

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو کچھ ایسے بھی تھے جو مخلص تھے لیکن غلطی کی وجہ سے رہ گئے کچھ ایسے تھے جو مجبوری کی وجہ سے رہ گئے ان کی سواری نہیں تھی سامان نہیں تھا جو مجبوری سے رہ گئے انہیں تو معاف کر دیا گیا پوچھا ہی نہیں رب کریم نے جو کوتاہی اور سستی سے رہ گئے انہیں بھی معاف فرما دیا کچھ تھوڑی سی تنبیہہ فرما کر لیکن جن کے دلوں میں عظمت رسالت اپنی جگہ ہی نہیں بنا سکی تھی یا جنہوں نے سمجھا جانا ہی بے وقوفی ہے ان عقلمندوں کی بات جب کرتا ہے تو کہتا ہے

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَکُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَیْہِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْہُمْ اب جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس پہنچیں گے تو یہ آپ کے روبرو میری قسمیں بھی کھائیں گے جان بچانے کے لئے آپ کو خوش کرنے کے لئے آپ کی ناراضگی سے بچنے کے لئے میرے نام کی قسمیں بھی کھائیں گے اور ٹھیک ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھوڑ تو دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے درگزر فرمائیے کوئی بڑی بات نہیں لیکن میں ایک بات بتا دوں

اِنَّہُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰھُمْ جَہَنَّمُ یہ سخت ناپاک لوگ ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور فرمایا یہ محض زبردستی نہیں کر رہا ہوں بلکہ تیری ذات رحمت مجسم تھی انہوں نے تجھے نہیں چھوڑا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے میری رحمت کو ٹھکرا دیا ہے اور اس کا منطقی صلہ یہ ہے کہ جب انہوں نے رحمت کو رد کر دیا تو اس کے مقابل تو غضب کا دروازہ ہی ہے رحمت کو ٹھکرا دیا تو غضب کو بھگتیں گے اور پھر غیرت الٰہی کا اندازہ کیجئے فرمایا یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ لِتَرْضَوْا عَنْہُمْ یہ قسمیں اس لئے اٹھا رہے ہیں میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کہ تو ان سے راضی ہو جا

فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْہُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ تو اگر انہیں معاف بھی کر دے ان ظالموں کو بدکاروں کو میں معاف نہیں کروں گا بات ہی ختم دیکھو تین طرح کے لوگ رہ گئے تھے پیچھے ایک وہ جو مجبور تھے بیمار تھے یا ان کے پاس سواری نہیں تھی یا اسباب نہیں تھے اللہ نے ان کی پرسش ہی نہیں فرمائی بلکہ ان کی دل جوئی فرمائی کہ مجھے

ان کی تڑپ کا اندازہ ہے کہ وہ جا تو نہیں سکتے تھے لیکن ان کی آنکھوں سے خون برستا تھا اگر وہ آپ کے ہم رکاب جا نہیں سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ چین سے سو بھی نہیں سکے میں ان کی پریشانی کو جانتا ہوں میں ان کے درد دل سے واقف ہوں کچھ ایسے تھے جن سے سستی ہوئی جاتے ہیں کل پہنچ جائیں گے پرسوں پہنچ جائیں گے اور نہ جا سکے لیکن خلوص تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو انہوں نے بہانہ نہیں بنایا سیدھی سیدھی عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سستی کی ہے کوتاہی کی ہے اور ہم اپنے لئے اللہ سے فیصلہ چاہیں گے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستونوں سے خود کو باندھ دیا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے اپنا فیصلہ اللہ کے سپرد کر دیا مجھ تک رکھتے تو میں انہیں معاف کر چکا ہوتا لیکن یہ تو بڑی بارگاہ میں لے گئے ان کا رب جانے اور یہ جانے اور تب تک اپنے آپ کو وہاں سے آزاد نہیں کرایا جب تک اللہ نے معافی کا حکم دے نہیں دیا

لیکن کچھ دل جو تھے وہ اس جذبے سے خالی تھے کچھ دل ایسے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری پر تڑپے نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر تڑپے نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچھڑنے پر انہیں درد نہیں ہوا بلکہ وہ خوش ہوئے کہ ہم الگ سے گزارا کر لیں گے اللہ فرماتا ہے جو اس طرح میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہوتا ہے اسے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تو بھی معاف کر دے تو میں اسے معاف نہیں کروں گا اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں

جب ہم نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مذاق سمجھ رکھا ہے جس قدر توہین بارگاہ نبوی ؐ کی رمضان میں اور مساجد میں ہوتی ہے اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا آپ نے کبھی کسی شریف آدمی کو لاؤڈ سپیکر پر سلام کیا ہے سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کبھی کسی نے یہ جرائت کی ہے کہ کسی بھی انسان کو کسی دوست کو والد کو بزرگ کو سپیکر پر سلام کہے کبھی آپ نے اپنے والدین کی مدح و ثنا کے گانے فلمی دھنوں پر بنائے ہیں یار یہ سارا کیوں کرتے ہیں لوگ

ادب گاہ ہست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می اید ابو بکر و عمر ایں جا

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں استراحت فرما تھے طبیعت مبارک ناساز تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چارپائی پر پائنتی کی طرف بیٹھی تھیں کسی نے باہر سے آواز دی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو سکتا ہوں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جھڑک دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز ہے تو تم کیوں گستاخی کرتے ہو کیوں آواز دیتے ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹا یہ صرف تیرے باپ کے دروازے پر اجازت لے رہا ہے اور یہ ملک الموت ہے جو کبھی پوچھ کر نہیں آتا

یعنی جہاں فرشتے بھی لرزتے ہوں کتنی جرات سے تم انہیں للکارتے ہو اللہ کی قسم نیند حرام ہو جاتی ہے یہ سن کر کہ یہ کیا مذاق ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ ارے تمہیں انس ہے تو دل میں بساؤ تمہیں محبت ہے تو سینے میں لگا لو تمہیں محبت ہے تو ان کی اداؤں پر قربان ہو جاؤ تم نے انہیں گانے بجانے کا ذریعہ بنا لیا ہے اور اسے ثواب بھی سمجھتے ہو تف ہے اس عقل پر اس شعور پر اس سمجھ پر اور یاد رکھو اس بارگاہ کی گستاخی انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی ہماری زندگی کا عمل کیا ہمیں ان کی ذات سے بیگانہ کرنے کے لئے کم ہے کہ ہماری سوچ

غیر اسلامی ہمارے کردار غیر اسلامی ہماری سیاست غیر اسلامی ہمارے کاروبار غیر اسلامی ہم نے کبھی حلال حرام کی تمیز نہیں کی ہے ہم نے کبھی سچ اور جھوٹ کی پرواہ نہیں کی ہم نے کبھی حق اور ناحق کو نہیں دیکھا

اور اس سارے کردار کے بعد بھی ہمیں ان کا

دروازہ کھلا ملتا ہے اللہ کی بارگاہ کھلی ملتی ہے جب چاہو توبہ کرو واپس آ جاؤ لیکن سارے گناہوں کی معافی کی گنجائش موجود ہے بلکہ گناہ کی مغفرت کے سامنے کوئی حقیقت ہی نہیں ہے ہاں عظمت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم جب دل سے رخصت ہو جاتی ہے تو یہ گناہ ایسا ہے جس کے متعلق رب نے فیصلہ دے دیا کہ یہ بخشا نہ جائے گا اتنا کریم کہ گھیر گھیر کر اپنی محبتیں بانٹتا ہے پکڑ پکڑ کر اپنے دروازے پر بٹھاتا ہے لیکن اگر بارگاہ نبوت میں گستاخی ہو جائے تو پھر آنے والوں کو بھی دھکے دے کر نکال دیتا ہے یہ وہ جذب ہے جس کی کوئی معافی نہیں

سیرت طیبہ میں دیکھ لیجئے کیسے کیسے لوگ جو تلوار لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف میدان جنگ میں لڑے اور اس سے بڑا میں سمجھتا ہوں کوئی جرم نہیں ان کو معافی مل گئی وہ مسلمان ہو گئے اور خادم بن گئے مکے کے رہنے والے وہ لوگ جو اگرچہ میدان جنگ میں تلوار لے کر نہیں بھی گئے لیکن زبان سے انہوں گستاخیاں کیں اور انہوں نے توہین کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی ان میں سے کسی کو ایمان نصیب نہیں ہوا یہ تاریخ بتاتی ہے کہ انہیں ایمان کی توفیق نصیب نہیں ہوئی جنہوں نے گستاخی کی الزام تراشی کی توہین کی یا زبان سے ایذا پہنچائی میدان جنگ میں اگر اختلاف تھا جو لڑ پڑے جو خلاف لڑے انہیں بھی اسلام قبول کرنے کا موقع نصیب ہو گیا کیونکہ یہ ایک قاعدہ ہے آپ کسی کے حق میں ہیں کسی کے خلاف ہیں لیکن ذات کو ایذا پہنچانا اور ذات کی توہین کرنے کا ارتکاب جنہوں نے کیا ان کا خاتمہ کفر ہی پر ہوا اس لئے کہ اس گناہ کی بخشش کی گنجائش نہیں

کیا پوری کائنات میں ہم ایک ہستی کے ساتھ بھی ادب سے نہیں رہ سکتے ہم اگر مولوی کو نہیں احترام دیتے والدین کو احترام نہیں دیتے حکومت کی پرواہ نہیں کرتے ساری دنیا کی نہ کرو لیکن خدا کے لئے اس ایک بارگاہ کا ادب مت جانے دو اور یہ جو آپ اپنی طرف سے محبتیں گھڑتے ہیں نا وہاں منظور نہیں ہیں یہ ایک بارگاہ ایسی ہے جہاں ہم اپنی خواہش سے محبت نہیں کر سکتے کہ وہاں عشق و محبت بھی ادب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے پابند ہیں اور عشق کو بھی سر جھکا کر چلنا پڑتا ہے دنیا میں عشق ایک ایسا جذبہ ہے جو نفع و نقصان اور حدود و قیود کی پرواہ نہیں کرتا لیکن وہ بارگاہ اتنی عالی ہے کہ وہاں عشق بھی دست بستہ سرنگوں حاضر ہوتا ہے

دیکھو فقیر عشق کی مستی بجا مگر
پہنچی تیرے حضور تو خاموش ہو گئی

ہر جگہ نعرہ مستانہ لگا سکتا ہے عشق لیکن اس بارگاہ کا قانون یہ ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی خبردار اونچا دم نہیں لیں اگر ہی لے بیٹھی ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون تمہاری ساری عبادتیں میں تمہارے منہ پر دے ماروں گا اور علماء نے لاشعرون کو رفع صوت کے متعلق بھی لکھا ہے غیر شعوری طور پر بھی آواز بلند ہو جائے تو حبط عمل ہو جاتا ہے نیکیاں برباد چہ جائیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آپ کا دربار عالی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج کو گانے بجانے کا ذریعہ بنا لیا جائے اور کسی کو صحت کی خبر نہیں الفاظ کی تمیز نہیں غلط اور صحیح فقرے کی تمیز نہیں جو اٹھتا ہے لاؤڈ سپیکر کھولتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام دے رہا ہے کمال ہے بھائی کبھی کسی گھر کے فرد کو بھی کسی اپنے بزرگ کو بڑے کو بھی کسی سرکاری آفیسر کو کبھی کسی کو بھی کسی عام آدمی کو بھی کبھی کسی نے لاؤڈ سپیکر پر سلام دیا ہے یا یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ ہوتا ہے

گستاخی گستاخی ہوتی ہے وہ چھوٹی بڑی شمار نہیں ہوتی آپ کسی شعبہ زندگی میں کسی سروس میں کسی ملازمت میں کسی کاروبار میں کسی رشتے میں باپ اور بیٹے کے تعلق میں ماں اور بیٹے کے تعلق میں آپ گستاخی کو درمیان میں لے آئیں تو وہ چھوٹی بڑی نہیں ہو گی وہ تعلقات کو توڑنے کے لئے کافی ہوتی ہے کبھی آپ نے یہ سنا ہے کہ اس نے چھوٹی گستاخی کی ہے گستاخی تو گستاخی ہوتی ہے وہ چھوٹی بڑی نہیں

اور گستاخی اور پھر بارگاہ رسالت کے ساتھ یہ بہت بڑا جرم ہے یہ محض گانا بجانا نہیں یہ محض مذاق نہیں ہے ہم اگر کوئی سنتوں پر عمل کرنے سے قاصر ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے فرائض پہ عمل کرنے سے قاصر ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کما حقہ نہیں کر سکتے تو اپنے قصور کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی کا ادب تو کر سکتے ہیں یہ اقرار کرتے ہوئے کہ قصور میری طرف ہے گناہگار میں ہوں خطا کار میں ہوں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہوں امتی اور غلام ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کی خاک میرے سر کا تاج ہے میری آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نہیں اٹھے گی میری نگاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نہیں اٹھے گی میری سانسوں کا زیر بم رک سکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچا نہیں ہو سکتا ارے کچھ تو کر لو یار اور اگر یہ ادب آگیا تو گناہ چھوٹنے لگ جائیں گے ایک یہ نسخہ ہے کہ یہ محبت یہ ادب یہ سلیقہ آجائے تو انسان اور گناہوں کے درمیان یہ دیوار بن جاتا ہے اگر یہ سلیقہ آجائے تو رخ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نگاہوں سے اوجھل ہی نہیں ہوتا اور آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گناہ کرنے کو جی نہیں چاہتا

آنکھوں میں یوں بسے ہیں کہ دن رات ہر گھڑی
دیکھا جدھر بھی ان سے ملاقات ہوگئی

جب نگاہ ہی رخ اقدس سے نہ ہٹے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا گناہ اور انسان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اگر یہ تعلق نہ بنے تو سوائے گناہ کے انسان سے کچھ ہوتا ہی نہیں بڑی سادہ سی منطق ہے پھر نمازیں محض ورزش اور روزے فاقہ کشی سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتے

اللہ کریم ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق نصیب فرمائے ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور توفیق عمل نصیب فرمائے

و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ = دعا

دل مطمئن رہتا ہے اور وہ اندر سے ٹوٹتا پھوٹتا نہیں اس کی توجہ قلبی جو ہے وہ اللہ کی طرف رہتی ہے اور اسی کو رابطہ کہتے ہیں جب تک یہ نہ ہو بات نہیں بنتی

اور مخالفت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم جو ہے انکار کی صورت میں ہو یا سننے کے بعد عمل نہ کرنے کی صورت میں ہو یا سننے اور ماننے کے بعد عمل نہ ہو یعنی جتنی بھی

کوئی کرے گا جتنی مرچیں ڈالیں گے اتنی تلخی ہوگی تو فرمایا جتنی بھی جو بھی اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے خلاف چلتا ہے اسے یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اللہ کے عذاب بڑے سخت ہیں دنیا میں جو شدائد آتے ہیں یہ تو تھوڑا سا ٹیسٹ ہے کافر کو عذاب کا پتہ تو تب چلے گا جب وہ جہنم میں پہنچے گا

لیکن ایک بات یاد رہے اطاعت پہ ثبات جو ہے وہ رابطہ قلبی سے نصیب ہوتا ہے اگر قلب کو یہ رابطہ نصیب نہ ہو تو آدمی یہ وعظ کی کرسی بھی شہرت کے لئے استعمال کرتا ہے نمازیں بھی پیسوں کے لئے رزق کے لئے یا روزی کے لئے پڑھتا ہے تبلیغ بھی دنیوی فائدے کے لئے کرتا ہے حتی کہ عبادات اور دین جو ہے وہ بھی دنیا کے لئے ہو جاتا ہے اور اگر رابطہ نصیب ہو تو دنیا کا کام بھی اللہ کی رضا کے لئے کرتا ہے یعنی امور دنیا بھی عبادت بن جاتے ہیں اتنا بڑا فرق ہے اسی میں اللہ کریم ہمیں یہ نعمت نصیب فرمائیں ہمارے گناہوں کو معاف فرمائیں ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائیں

(دارالعرفان : ۳ مئی ۱۹۸۹)

تصوف کیا ہے؟

شمسہ مظفر

انسانی زندگی کا مقصد تلاش حق ہے انسان چاہے مادی طور پر کتنی ترقی کرے وہ سورج چاند ستاروں کو تسخیر کرلے مگر اس کی یہ ترقی اس وقت تک بے معنی ہے جب تک وہ حق کی جویا کے لئے جستجو نہ کرے اور منزل مقصود کو پا نہ لے اسی حق کی تلاش کے لئے لوگوں نے مرشد کا وسیلہ پکڑا۔ اہل تصوف قرآن کی اس آئت کو تصوف میں بڑی اہمیت دیتے ہیں۔

"اے مسلمانوں اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک پہنچنے کا ذریعہ ڈھونڈو"

یہاں ذریعہ سے مراد وسیلہ مرشد لیا گیا ہے گویا مرشد کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے حضرت شیخ الہجویری اپنی کتاب کشف المحجوب میں صوفی کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو اپنے نفس سے فانی ہو کر حق میں زندہ اور باقی ہو اور مادیت سے گذر کر حقیقت تک رسائی حاصل کر چکا ہو" گویا تصوف صفات روحانیہ سے ہم کنار ہونے کا نام ہے مگر لوگوں نے جہاں دوسرے کاموں میں ریاکاری اور دھوکے سے کام لینا شروع کیا وہیں تصوف کی آڑ میں بھی بے شمار برائیوں اور بدعتوں نے جنم لیا اس دور میں بالخصوص صوفی محض نام کے صوفی ہیں گدی نشینی پیری مریدی محض پیشہ اور فخر و ریا بنکر رہ گئے ہیں جہاں پیری نسل در نسل سے آرہی ہے وہاں مرید بھی پشت در پشت چلے آرہے ہیں جہاں پیری میں فراڈ ہے وہاں مریدی میں بھی دھوکہ ہے جہاں مرید کو حصول طلب کے لئے پیر سے کشف و کرامات کے سرزد ہونے کی توقع ہے وہیں مرشد بھی بندہ درہم و دینار بنا چاہتا ہے۔

انسان جہاں اپنی تخلیق کا مقصد بھول کر دنیا کی بھول بھلیوں میں گم ہے وہیں اس نے مذہب کے بارے میں ایک آسان راہ یہ نکالی کچھ بھی کرلیں روز آخرت مرشد کے طفیل بخشش ہو جائے گی گویا کہ مذہب نہ ہوا کوئی بازیچہ اطفال ہوا حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ لوگ مرشد کے پاس حق کی طلب تزکیہ نفس، معبود حقیقی سے لو لگانے، روح کی کثافتوں کو دھونے، دل کو طمع و حرص سے پاک کرنے مجاہدہ و ریاضت کے مقاصد کے حصول کے لئے دامن پکڑتے مگر اس کے برعکس لوگ دنیا کے حصول کے مقاصد کے لئے پیروں کا دامن پکڑنے لگے۔ کسی کو بیٹا چاہئے تو کسی کو مقدمے میں کامیابی کوئی شہرت و ناموری کا خواہش مند ہے اور کسی کو ساس نند کے جھگڑے کے لئے تعویذ گنڈے چاہئے دوسری طرف پیر صاحب کو تجوریاں بھرنے کے لئے نذر و نیاز چاہئے سو دونوں کا کام کامیابی سے چل رہا ہے۔

معاشرتی ترقی کے ساتھ ساتھ جہاں معاشرتی

ناہمواریاں بڑہیں وہیں انسان میں تمنا اور حصول تمنا کی خواہش شدید ترین ہوتی گئی جس کے باعث کئی ذہنی امراض نے جنم لیا سادہ لوح لوگ ان کے علاج کے لئے بھی پیروں کے پاس چکر لگانے لگے پیر صاحب نے جہاں کچھ تعویذ گنڈے دئے وہاں نامانوس زبان میں دم درود بھی کیا جس کی سمجھ نہ پیر کو نہ مرید کو اور بے چارہ مرید یہی سمجھتا ہو گا کہ زبان یار من ترکی --- و من ترکی نمی دانم اگر ہم اپنے اردگرد بغور جائزہ لیں تو ایسی بے شمار مثالیں ملیں گی کہ کس طرح لوگ جعلی پیروں کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے ہیں کہیں پیر صاحب چلہ کاٹنے کا حکم دے رہے ہیں تو کہیں نذرونیاز کا مطالبہ کر رہے ہیں اور یہ سادہ لوح مرید بھی اپنے سارے دکھڑے درد ان پیروں کو بتاتے ہیں چاہے حضرت کا چہرہ صاف طور پر اس بات کی غمازی کر رہا ہو کہ۔

اپنے سارے عیب نہ مجھ سے بیاں کرو
اس درجہ اعتبار کے قابل نہیں ہوں میں

تصوف کے بارے میں ایک اور غلط خیال جو لوگوں کے ذہن میں پایا جاتا ہے کہ رہبانیت اور تصوف کو لازم و ملزوم سمجھا جاتا ہے لوگوں کے نزدیک خانقاہی پیری صوفی ہوتا ہے یعنی صفات روحانیہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا کی لذتوں اور آسائشوں سے دور ہو حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ خدا کے بندوں نے اس دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کے تمام امور سرانجام دئے اور دوسری طرف وہ زاہد شب زندہ دار تھے اور خلوتوں میں معبود حقیقی سے لو لگاتے تھے ترک دنیا کا تصور دوسرے مذاہب جیسے ہندو مذہب بدھ مت اور عیسائیت میں تو موجود ہے مگر اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں اسلام فطرت کے قریب ترین دین ہے بلکہ عین فطرت ہے جبکہ رہبانیت عین اسلام کی ضد ہے۔

بے شمار خرابیوں میں ایک اور خرابی جو تصوف کی آڑ میں کی گئی وہ قبر پرستی ہے جو لوگ زندگی میں مقرب سمجھے جاتے تھے وہ مرنے کے بعد اور زیادہ مقرب ہو گئے لوگ ان کو پوجنے لگے اگرچہ مزاروں پر حاضری حصول خیرو برکت کا ذریعہ ضرور ہے لوگ ان سے فیض یاب بھی ہوتے ہیں۔

مگر اس کا قطعی مطلب یہ نہیں ہے کہ قبر پرستی شروع کر دی جائے لوگ مزاروں سے جھوٹی کرامات منسوب کرنے لگیں کہ فلاں روضے پر حاضری سے اس کے بیٹا ہوا ہے مقدمے میں کامیابی ہوئی ہے اور اس کی حاجتیں پوری ہوئی ہیں لوگ پیروں کی قبروں کو سجدے کرتے ہیں انہیں قاضی الحاجات سمجھتے ہیں حالانکہ قاضی الحاجات صرف معبود حقیقی ہے قبر پرستی کی انتہا اس وقت ہو جاتی ہے جب لوگ پیسوں کی نذر نیاز کے علاوہ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو بھی نذر نیاز میں دے آتے ہیں جہاں گدی نشین ان کے سروں پر لوہے کی ٹوپیاں پہنا کر ان کے سر چھوٹے کر دیتے ہیں اور پھر ان شاہ دولہ کے چوہوں سے بھیک منگوائی جاتی ہے۔

اب تو حکومت کی سرپرستی میں ان مزاروں پر میلے منعقد کروائے جاتے ہیں جہاں ناچ گانا بھنگڑا سب کچھ شامل ہوتا ہے جہاں قوال حضرات اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے ہوتے ہیں۔ تو عوامی فنکار چمٹے کی لے پر گا رہے ہوتے ہیں کہ۔

پیرا مانواں نوں دنیا این نچڑے
تے بھن نوں دنیا ایں ویر

آہستہ آہستہ یہ چیزیں ہماری ثقافت کا حصہ بنتی جا رہی ہیں۔ اب تو یہ حال ہے کہ شراب جو نشہ ہر برائی مزاروں پر ہو رہی ہے انسان انسانیت سے حیوانیت پر اتر آئے ہیں جس کو

کوئی کام کرنے کو نہیں ملتا وہ لمبا چوغہ پہنے ہاتھ میں تسبیح پکڑے کسی مزار پر "حق اللہ ہو" "حق اللہ ہو" کے نعرے لگا رہا ہے اور لوگ اپنی آرزو کے حصول کے لئے اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں مگر انسانوں میں اب بھی ایسی برگزیدہ ہستیاں موجود ہیں جنہوں نے اسلامی تصوف کی روح کو کہیں نہ کہیں زندہ رکھا ہوا ہے جن کی وجہ سے برائی کے پہلو بہ پہلو اچھائی اپنا دامن پھیلائے چل رہی ہے

جنہوں نے تصوف کی روح اسلامی و خلوص و سادگی زہد و تقویٰ کو حرز جاں بنا رکھا ہے اگر ہم برصغیر پاک و ہند پر نظر دوڑائیں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ برصغیر میں اشاعت اسلام کا سہرا صوفیاء کرام کے سر ہے جن کی پاکیزہ زندگی بلند کردار حسن اخلاق سے متاثر ہو کر ہندوؤں کی ایک بہت بڑی تعداد حلقہ بگوش اسلام ہوئی ان جلیل القدر ہستیوں میں حضرت علی ہجویریؒ داتا گنج بخش حضرت سلطان سخی سرورؒ خواجہ معین الدینؒ چشتی حضرت لال شہباز قلندرؒ شاہ عبدالطیفؒ بھٹائی مجدد الف ثانیؒ جیسے عظیم نام ہیں اب ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں کو اسلامی تصوف کی صحیح اور جامع تصویر سے آگاہ کیا جائے۔

انسان اپنی حقیقت کو پہچاننے کے لئے اپنی شخصیت کی تربیت اور معرفت ربانی حاصل کرنے کے لئے ضرور کسی مرشد کا وسیلہ پکڑتا ہے اور جب مجاہدہ و ریاضت کے بعد تصوف کے درجہ کمال تک پہنچ جاتا ہے تو پھر وہ کائنات کی ظاہری اور مخفی قوتوں کو مسخر کر لیتا ہے اور اسی کا نام تصوف ہے۔

لیکن غلط کار صوفیوں کے سبب لوگوں کا ایک بڑا گروہ تصوف کا شدید ترین مخالف بھی ہے ان کے نزدیک دین میں راہنمائی کسی عالم دین سے ہی لی جا سکتی ہے۔ عالم دین کا مقام اپنی جگہ ہے مگر ہر عالم دین صوفی نہیں ہوتا جبکہ ہر صوفی عالم دین ہوتا ہے۔

حضرت بایزیدؒ بسطامی کے زمانہ میں ایک شخص کے زہد و تقویٰ کا بہت چرچا ہوا وہ اپنے ساتھیوں سمیت اسے دیکھنے گئے جب وہ گھر سے مسجد کی طرف نکلا تو قبلہ کی طرف تھوک دیا حضرت بایزیدؒ نے اپنے ساتھیوں کو واپسی کا حکم دیا اور فرمایا جو شخص حضورؐ کے بتائے ہوئے آداب میں سے ایک ادب کا پاس و لحاظ نہیں جانتا وہ بزرگ اور صوفی کیوں کر ہو سکتا ہے اس غیرت میں حضرت بایزیدؒ نے اس شخص کو واپسی پر سلام بھی نہ کہا تھا اس سے اندازہ ہوا کہ صوفی کے لئے آداب سنت کا جاننا کس قدر ضروری ہے اور اتباع شریعت ہی صوفی کی پہچان ہے درحقیقت صوفی وہ ہے جس کا دل خدا کی محبت سے معمور ہو وہ جہاں حب الٰہی کی نغمہ سرائی کرتا ہے وہیں اس کا دل مخلوق خدا کے ساتھ دھڑکتا ہے وہ گناہ سے تو نفرت کرتا ہے مگر گناہ گاروں سے نہیں اس کے پاس سکون اور خلوص کی دولت ہوتی ہے جس کو وہ ہر ایک میں بے دریغ لٹاتا ہے

تصوف نہ تو عیسائیت کی طرح صومعہ نشین ہونے کا نام ہے اور نہ بدھ مت کی طرح نروان حاصل کرنے کے لئے غذا کو چند دانوں تک محدود کر کے کوئی لمبا چلہ کاٹنے کا نام ہے اور نہ ہی اس میں ہندو مذہب کی طرح یوگ ہے

بلکہ تصوف نام ہے خود آگہی و خود شناسی کا اور خود شناسی ہی درحقیقت خدا شناسی ہے۔

خودی میں گم ہے خدائی تلاش کر غافل
یہی ہے تیرے لیے اب صلاح کار کی راہ

حلقہ ہائے ذکر لاہور

نمبر شمار	نام حلقہ و پتہ	دن	وقت
○	او۔بیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور ۔	روزانہ	صبح و بعد نماز مغرب
○	مسجد حنفیہ اکھاڑہ بوٹا مل رحمان گلی نزد	جمعہ	۸ بجے صبح
○	اڈہ کراؤن بس لاہور		
○	مسجد کنٹونمنٹ بورڈ نزد ڈے بلڈنگ لاہور چھاؤنی	ہفتہ و منگل	بعد نماز مغرب
○	مسجد خضری سمن آباد لاہور	سوموار	بعد نماز مغرب
○	مسجد دارالشفقت چوک یتیم خانہ ملتان روڈ لاہور	روزانہ	صبح و بعد نماز مغرب
○	مسجد نور چوک داروغہ والا واہگہ روڈ لاہور	روزانہ	بعد نماز مغرب
○	اقبال مسجد پریم نگر نزد ایم اے او کالج سانده روڈ لاہور	روزانہ	بعد نماز مغرب
○	مسجد کھجور والی سید مٹھا بازار اندرون لاہوری گیٹ	روزانہ	بعد نماز مغرب
○	لاہور		
○	برمکان ماسٹر رشید احمد مکان نمبر ۲۲ گلی نمبر ۳۶	روزانہ	بعد نماز مغرب
○	وسن پورہ کشمیری محلہ لاہور		
○	جامعہ انوار القرآن چک نمبر EB.۱۳۲ تحصیل	ہرماہ کے تیسرے جمعہ	"
○	بوریوالہ وہاڑی		
○	کوٹھی جناب لک صاحب گجرات	ہرماہ کے تیسرے جمعہ	۱۰.۳۰ بجے صبح
○	فرید کارز شاپ کھاریاں کینٹ	جمعہ	بعد نماز جمعہ
○	عسکری مسجد ساؤتھ کالونی کھاریاں	سوموار	بعد نماز مغرب

نوٹ ۔۔ دوسرے شہروں کے صاحب مجاز اور امراء حضرات سے التماس ہے کہ وہ اپنے شہر کی فہرست برائے حلقہ ذکر کی تفصیل ارسال فرمائیں تاکہ شامل اشاعت کیا جائے

کرنل محبوب خان

مراقبہ موتو قبل انت موتو

یہ رب کریم کا احسان عظیم ہے کہ اس نے مجھ جیسے ناکارہ کو سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں منسلک ہونے کی سعادت سے سرفراز فرمایا۔ مجھے چونکہ بچپن ہی سے شعر و ادب سے شغف تھا۔ اور اہل اللہ کی کرامات پر ادب نظر سے گذرا تھا اس لئے جب حضرت اعلیٰ حضرت مولانا اللہ یار خان " سے پہلی ملاقات ہوئی اور ان کی عظمت اور کمالات کی کچھ جھلک محسوس ہوئی تو پھر ان سے محبت اور وابستگی کے بعد کوئی چارہ نہ تھا۔ میری حقیر رائے میں ان کا مراقبہ موتو قبل انت موتو کرانا ان کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ مجھے ان کی زندگی میں چار دفعہ اس مراقبہ کے دوران آپ کی محفط میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔ یہ وہ کمال ہے جس کی بابت نہ تو میں نے کبھی کسی کتاب میں پڑھا۔ نہ ہی اس کا نام سنا۔ اعلیٰ حضرت " اپنی موجودگی میں ہمیشہ خود ذکر کراتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ مراقبہ کراتے تاکہ اہل بصیرت خود ان واقعات کا مشاہدہ کر لیں اور تفصیلات کو باقی حضرات کو بیان کر سکیں تاکہ اس سلسلہ عالیہ کی حقانیت عیاں ہو۔ اور سالکین کے ایمان میں مضبوطی اور یقین میں اضافہ ہو۔ مراقبہ کچھ اس طرح سے ہوتا۔

جب آپ لطائف کرانے کے بعد مقام سعیت پر لے جاتے تو فرماتے۔ موتو قبل انت موتو تین دفعہ اس کے بعد فرماتے۔ "دیکھیں آپ کی جان کو قبض کرنے کے لئے فرشتہ موت سامنے آگیا ہے۔ دیکھیں آپ کی

روح قبض ہو چکی اور آپ کا میت پڑا ہے۔ دیکھیں آپ کو غسل دیا جا رہا ہے اور اس کے بعد کفن پہنا دیا گیا ہے دیکھیں آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ دیکھیں کتنے بندے ساتھ ہیں دیکھیں آپ کا جنازہ پڑھا گیا اور آپ کو لحد کے کنارے لایا گیا ہے۔ دیکھئے آپ کو لحد میں لٹا کر قبر کو بند کر دیا گیا۔ اور آپ کے لواحقین واپس جانے لگے۔ دیکھیں منکر و نکیر حاضر ہو گئے اور حساب قبر ہو رہا ہے۔ حساب قبر کے دوران یا فوراً بعد دیکھیں بائیں طرف کی کھڑکی کھلی دیکھیں گدھے جتنے بچھو اور اژدھا یہ ہے دنیا داروں کا حال۔ جب یہ نظارہ ظاہر ہوتا تو محفل میں چونکہ ایک خاصی تعداد صاحب دل اور صاحب کشف کی ہوتی تو یہ حضرات دھاڑیں مار کر رونے لگتے اور سسکیوں کی آوازیں صاف سنائی دیتیں۔ اس کے بعد آپ فرماتے بائیں طرف کی کھڑکی بند ہو گئی اب دائیں طرف کی کھڑکی کھلی ہے۔ اب دیکھیں صاحب نجات و اہل اللہ کا مال۔ جنت کے نظارے سامنے نظر آ رہے ہیں اور یہ حضرات ان سے لطف اندوز ہو رہے

ہیں - اس کے بعد فرماتے دیکھو قیامت برپا ہو گئی - اللہ کی مخلوق میدان حشر کی طرف رواں دواں ہے - کسی کو کسی کا ہوش نہیں - دیکھئے آپ میزان عدل پر آگئے - آپ کے اعمال پلڑے میں رکھے گئے اور آپ کا اعمال کا پلڑہ بھاری ہو گیا - اپنا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں لیتے ہوئے چلیں 'پل صراط پر - جہنم کے اوپر تلوار کی دھار سے بھی باریک پل ہے جس کی چڑھائی ۵۰۰۰۰ سال روح کی رفتار کا فاصلہ ہے پھر پچاس ہزار سال کا راستہ سیدھا ہے اور پچاس ہزار سال کا راستہ اترائی کا ہے - اس کے اوپر سے ہر ذی روح بشر کو گذرنا ہے - اس کے اوپر سے گذرتے وقت مخلوق خدا کٹ کٹ کر جہنم میں گر رہی ہے - آؤ میرے پیچھے کھڑے ہو جاؤ - اللہ ہو اور سب پار ہیں" - اس کے بعد یہ مراقبہ ختم ہو جاتا - مجھے ذاتی طور کشف سے دور کا واسطہ بھی نہیں - اللہ کی شان دیکھئے ایک دفعہ کراچی میں اپنی ایک روحانی بہن کو المرشد رسالے دینے اس کے گھر پر گیا - وہ کراچی کی رہنے والی اور دوبئی میں رہتی ہیں اور بہت تیز صاحب کشف ہیں اور ورع تقوئ میں اپنی مثال آپ ہیں - اللہ تعالیٰ ان کے درجات اور بلند فرمائے - ان سے اس ملاقات کے دوران اعلیٰ حضرت کے کمالات کا تذکرہ ہوا تو میں نے اس مراقبہ کا ذکر کیا - تو انہوں نے اس کی تفصیل پوچھی - میں نے ان کو بیان کرنا شروع کی اور وہ خاموشی سے سننے لگیں - جب میں یہاں تک پہنچا کہ دائیں والی کھڑکی کھلی ہے تو فرمانے لگیں - مجھے تو صاف ہر چیز نظر آ رہی ہے - میں نے کہا پھر آگے کا حال بھی سن لو - میں نے انہیں پوری تفصیل بیان کی جب بات ختم کی تو فرمانے لگیں - اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ میں نے یہ سب کچھ دیکھ لیا ہے - اس بات سے اعلیٰ حضرت کے کمالات اور عظمت کا مزید ثبوت فراہم ہو گیا -

واللہ یوتی من یشا - واللہ ذو الفضل العظیم -

ممبرشپ فارم

حوالہ نمبر ______ تاریخ تجدید ______

نام ______

پتہ ______ ______

______

______ پوسٹ کوڈ ______

○ سالانہ خریدار ۱۰۰/ روپے ○ تاحیات ۱۰۰۰/ روپے

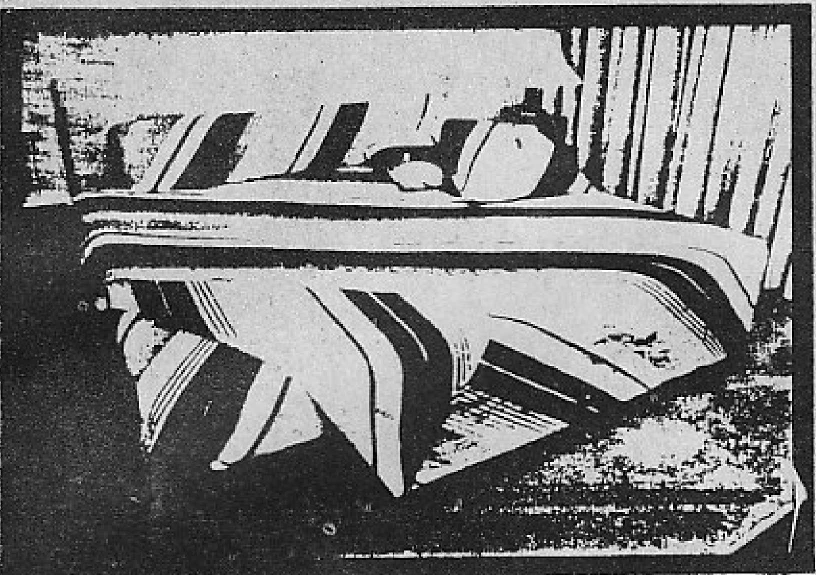

سمر کول

شاہکار لان

سونیا لان

زری پرنٹ

پولی پرنٹ

ڈبل بیڈ شیٹ (بغیر جوڑ کے)
Size 225x250 Cm

انصاف

ٹیکسٹائل پرنٹنگ ملز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مقبول روڈ فیصل آباد فون 40157 To 59
41655
42693

Telex 43335
INSAF PK
Grams MEZAN